لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

اللہ اللہ! یہ عرفات کا لق ودق ویرانہ

اللہ اللہ! یہ عرفات کا لق ودق ویرانہ، جو انسان کے بسنے کے لائق ہے نہ حیوان کے اور جہاں سال بھر انسانی آبادی تو الگ رہی، پرندہ بھی پر نہیں مارتا، دم کے دم میں اور آن کی آن میں کیا سے کیا ہو جاتا ہے، دن بھر کے لیے سینکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں، لاکھوں کی آبادی کا عظیم الشان شہر آباد ہو جاتا ہے، اللہ کے نام پر جمع ہونے والوں کا، لبیک لبیک کی رٹ لگا کر اللہ کا نام جپنے والوں کا اور محض بن دیکھے مولا و مالک کے آگے گڑگڑانے اور جھکنے والوں کا اتنا بڑا مجمع دریاؤں اور سمندروں کو پار کر کے، پہاڑوں کو پھاند کر دنیا کے طول وعرض میں کہیں اور کسی بھی وقت ہوتا ہے؟ دعائیں اللہ کے ان شیدائیوں کی نہ قبول ہوں گی تو اور کس کی ہوں گی؟ بے حساب رحمتوں اور بے شمار برکتوں کا نزول ان کے سروں پر نہ ہوگا تو اور کس پر ہوگا، مشہور ہے کہ آدم علیہ السلام کی توبہ اسی جگہ پر اسی دن قبول ہوئی تھی، یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو لیکن بہر حال بنی آدم اپنے گناہوں کے بخشوانے کے لیے اس سے بہتر اور کون سی جگہ ڈھونڈ کر لائیں گے؟

دنیا کی کوئی قوم، روئے زمین کا کوئی مذہب، اس خالص توحید اور خالص خدا پرستی کے عظیم الشان مظاہرہ کا نمونہ پیش کر سکتا ہے؟ کسی نے کبھی پیش کیا؟ کوئی آج کہیں پیش کر رہا ہے؟ کوئی آئندہ کبھی پیش کرے گا؟

مولانا عبد الماجد دریابادیؒ

فی شمارہ =/12₹

۲۵ ستمبر ۲۰۱۳ء

سالانہ زرتعاون -/250

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۵ — ۲۵ ستمبر ۲۰۱۳ء مطابق ۱۸ ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ — شمارہ نمبر ۲۲

اس شمارے میں

شعروادب		
ہرگام مسافر پر نازل اللہ کی رحمت......	تاج الدین اشعر	۲
اداریہ		
اسلام - ایثار وقربانی کا نام	شمس الحق ندوی	۳
ابر رحمت		
حجۃ الوداع	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۵
تشکروامتنان		
حج اور عید قرباں	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۰
عبدیت وعبودیت		
عیدالاضحی - امت کی مرکزیت اور......	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ	۱۵
نعرهٔ توحید		
اسوۂ ابراہیمی اور شیوۂ آزری	مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی	۱۸
خطبۂ حج		
چیلنجوں کا مقابلہ اتحاد واتفاق سے ہی ممکن	شیخ عبدالعزیز آل شیخ	۲۱
قدسی صفات		
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی	مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری	۲۳
شمع ہدایت		
ایک عیسائی مبلغ کا قبول اسلام	مسعود حسن حسنی ندوی	۲۵
ایک مطالعہ		
مولانا آزادؒ اور ترجمان القرآن	خالد فیصل ندوی	۲۷
فقہ و فتاویٰ		
سوال وجواب	مفتی محمد ظفر عالم ندوی	۳۱

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی
(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی
(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

- مولانا خالد ندوی غازی پوری
- نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007

E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زرتعاون -/250	فی شمارہ -/12	ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے -50$ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ چیک سے بھیجی جانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques روانہ فرمائیں، بصورت دیگر =/30₹ جوڑ کر چیک دیں۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلد از جلد زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کراکے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

شعروادب

ہر گام مسافر پر نازل اللہ کی رحمت ہوتی ہے

تاج الدین اشعرؔ رام نگری

کچھ دِل کی لگن کام آتی ہے ، کچھ رَب کی عنایت ہوتی ہے
تب بندۂ مومن کو حاصل طیبہ کی زیارت ہوتی ہے

آرام کی خواہش کون کرے تکلیف بھی راحت ہوتی ہے
دن یادِ خدا میں کٹتا ہے ، شب وقف عبادت ہوتی ہے

اللہ غنی حج کا یہ سفر ، دل ہی رہرو ، دل ہی رہبر
ہر گام مسافر پر نازل اللہ کی رحمت ہوتی ہے

احرام کو زیب تن کر کے جب سوئے حرم بڑھتے ہیں قدم
اُس وقت دل دیوانہ کی کیا کہیے جو حالت ہوتی ہے

اللہ رے زمزم کا پانی دنیا میں نہیں جس کا ثانی
دل کو بھی طراوت ملتی ہے تن کی بھی طہارت ہوتی ہے

وہ شہر مدینہ کیا کہنا ، جلوؤں کا خزینہ کیا کہنا
انوار کے بادل گھرتے ہیں اور بارشِ رحمت ہوتی ہے

جب روضۂ اقدس کے آگے آنکھوں میں چھلک آئیں آنسو
تب لعل و گہر سے بڑھ کر ہر قطرے کی قیمت ہوتی ہے

جب سینے میں دل کی ہر دھڑکن دیتی ہے صدائے صل علیٰ
اُس وقت محبت کو حاصل معراج محبت ہوتی ہے

سو بار بھی گر پیاسی آنکھیں لیں گنبد خضریٰ کے بوسے
ہر بار نگاہوں کو حاصل اک تازہ لذت ہوتی ہے

محبوب خدا کی قربت میں تھک ہار کے جب نیند آجائے
سویا ہوا رہتا ہے انساں ، جاگی ہوئی قسمت ہوتی ہے

لگتا ہے غلاموں کو جیسے وہ دیکھ رہے ہیں جالی سے
ماحول میں ہر سو پھیلی ہوئی خوشبوئے محبت ہوتی ہے

کیا اک بیچارہ اشعرؔ ہی محروم کرم رہ جائے گا
دیکھوں ان پیاسی آنکھوں کی کب پوری حسرت ہوتی ہے

☆☆☆☆☆

اداریہ

اسلام - ایثار و قربانی کا نام

شمس الحق ندوی

گردش لیل ونہار نے اپنی گردش کا ایک سال اور پورا کرلیا، ٹھیک ایک سال قبل جس طرح بھیڑ، بکری، اونٹ اور کہیں گائے اور بھینس کی قربانی مسلسل تین دن تک کی جاتی رہی اور سنت ابراہیمی کی یاد منائی جاتی رہی، اسی طرح اس سال بھی منائی جائے گی، مسلمان قربانی کریں گے، دعوتیں ہوں گی، کھائیں گے، کھلائیں گے، تین دن تک ایک جشن کا سا عالم ہوگا اور ہونا بھی چاہئے کہ یہ ایک ایسی قربانی کی یادگار ہے جس سے زمین وآسمان پر سکتہ طاری ہوگیا تھا، یعنی ایک باپ نے اپنے رب، خالق کون ومکان کے حکم کی تعمیل میں اپنے جگر گوشے کی گردن پر چھری چلادی تھی۔

نہ باپ سے بیٹے کو ذبح کرانا مقصود تھا اور نہ ہی اس سے آقا کی شان بڑھتی تھی، بلکہ مقصود یہ امتحان وآزمائش تھی کہ بندہ پر محبت پدرانہ فتح پاتی تھی، یا اپنے مالک وخالق کے حکم کی تعمیل کا جذبہ غالب آتا ہے، اگر اپنے جگر گوشہ کی گردن پر چھری چل گئی تو پھر ہر خواہش اور ہوا وہوس پر آقا کے حکم کو غالب رکھنا اور اس کے سامنے جھکنا آسان ہوگا، توفیق خداوندی نے ساتھ دیا، اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری رکھ کر قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے یہ اسوہ اور نمونہ پیش کردیا کہ جب سب کچھ آقا ہی کا ہے تو بیٹے کی قربانی پیش کردینے میں کیا باک اور جب بیٹے کی قربانی دی جاسکتی ہے تو پھر اپنی خواہشات، مال ومتاع، حتیٰ کہ اپنی انا کی قربانی پیش کرنا کیا مشکل؟ یہ ہے قربانی کی اصل روح جس پر اسلام کے پرشکوہ محل کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔

قربانی کا لفظ جتنی بار ہماری زبان پر آتا ہے، اتنا شاید ہی کسی اور لفظ کو دہرایا جاتا ہو لیکن آج ہمارے اندر قربانی کی جتنی کمی ہے اتنی شاید کبھی رہی ہو، خود اسلام کے معنی بھی تو اپنا سب کچھ خدا کے تابع فرمان کردینے کے ہیں، مگر ہم زندگی کے ہر شعبہ میں قربانی سے پہلوتہی کرتے ہیں جب تک کوئی بھی کام ہمارے منشاء مرضی کے مطابق نہ ہو، ہم اس میں شریک ہونے سے کتراتے ہیں، بلکہ بسا اوقات اس کی مخالفت اور مخالفت سے بڑھ کر اس کے ساتھ عناد کا معاملہ کرتے ہیں چاہے ہمارے اس رویہ سے اسلام ومسلمانوں کو کتنا ہی زبردست نقصان پہونچ رہا ہو۔

دین وملت کے مفاد میں اپنی رائے سے تنازل بھی قربانی ہے، شعائر اسلام پر کاربند رہنا بھی قربانی ہے، اسلام اور مسلمانوں کے لیے درپیش خطرات کے مقابلہ کی تگ ودو بھی قربانی ہے اپنے فرض منصبی کی ادائیگی بھی قربانی ہے ان تمام احکامات واصولوں کی پابندی بھی قربانی ہے جو قرآن وحدیث میں مسلمانوں کے لیے بیان کیے گئے ہیں۔

اب ہم ذرا اپنی قربانی پر غور کریں اور اپنی زندگی کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ایک بکرے کی قربانی نے ہم کو تمام قربانیوں سے چھٹی دے دی ہو، اگر ہم اپنی زندگی کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ہم قربانی کی اصل روح اور حقیقت سے بہت دور ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ گھروں اور خاندانوں سے لے کر جماعتوں اور مکاتب فکر اور اداروں اور انجمنوں تک میں انتشار بپا ہے، اور وہ اسلام جس کا ڈھانچہ سراسر ایثار وقربانی پر قائم ہوتا ہے اس کا ایک ایک جوڑ ڈھیلا ہورہا ہے، حتیٰ کہ ہمارے وہ ممالک جن کو اس وقت کی تیرہ وتاریک دنیا میں جو زمانہ جاہلیت کو بھی مات کیے دے رہی ہے، اسلام کی نمائندگی کا رول ادا کرنا چاہئے تھا، قربانی کی روح سے خالی ہونے کے سبب خانہ جنگی میں اس طرح مبتلا ہیں کہ بے درد وظالم دشمنوں کو بھی مات کیے دے رہے ہیں۔

عیدالاضحیٰ میں جانور اس لیے ذبح نہیں کیے جاتے کہ خدا کی زمین خون سے لالہ زار ہوجائے بلکہ یہ قربانی کسی بلند مقصد کے لیے کی جاتی ہے، اونچا مطمح نظر سامنے ہوتا ہے اور یہ پاکیزہ مقصد اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اپنے اندر جاری وساری کرنا ہوتا ہے جس کے ذریعہ نفس کو رذالت کی آلائشوں سے پاک کیا جاتا ہے تاکہ پاکیزہ قدریں ابھریں، دل میں فداکاری اور جاں نثاری کا جذبہ پیدا ہو، علم وہنر میں ضرب کلیمانہ کی شان پیدا ہو اور وہ کام جو مشکل ودشوار معلوم ہوتے ہیں، قربانی اس کو آسان کردے، یہ ہے عیدالاضحیٰ میں جانوروں کی قربانی کی اصل روح، اسی لیے قربانی کرنے والا، جانور کی گردن پر چھری چلانے سے پہلے اپنے رب کے سامنے اقرار کرتا

ہے اور کہتا ہے: "میں نے پوری یکسوئی کے ساتھ اپنا رخ ٹھیک خدا کی طرف کرلیا ہے، جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں، بلاشبہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور موت سب رب العالمین کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے، اور میں مسلم اور فرماں بردار ہوں، خدایا! یہ تیرے ہی حضور پیش ہے اور تیرا ہی دیا ہوا ہے"۔ اس کے بعد وہ بڑی عجیب کیفیت کے ساتھ جانور کے گلے پر چھری پھیرتے ہوئے کہتا ہے:

"بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر، اللّٰھم تقبله منی کما تقبلت من خلیلك ابراھیم و حبیبك محمد علیھما الصلاۃ والسلام"۔ (شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ تو اس قربانی کو میری جانب سے قبول فرما جس طرح تو نے اپنے دوست ابراہیم علیہ السلام اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی قبول فرمائی)۔

خدا کرے اس سال جب ہم قربانی کریں اور جانور کی گردن سے خون کا فوارہ چھوٹے تو دل کی یہ کیفیت ہو کہ قربانی کے خون کا ایک ایک قطرہ یہ بولتا سنائی دے:

"دیکھو! جس طرح ہم قیامت کے دن تم کو جنت میں لے جانے کا سبب یا سفارشی ہوں گے اسی طرح تمہارے بھائیوں کے خون کا ہر وہ قطرہ جو رشوت، سود، غیبت، ناجائز طریقہ سے اس کا مال کھانے کی شکل میں ہوتا ہے، تم کو جہنم کی طرف کھینچے گا، دیکھو یاد رکھو کہ کہیں ایسا نہ کہ جہنم کی طرف کھینچنے والے قطروں کی طاقت ہم سے بڑھ جائے اور ہمارا زور نہ چل سکے"۔

☆☆☆☆☆

ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کے رکن حاجی غلام محمد بھائی پٹنی کا انتقال

ندوۃ العلماء کی مجلس نظامت اور مجلس انتظامی کے قدیم رکن غلام محمد بھائی پٹنی کا طویل علالت کے بعد تقریباً ۸۶ سال کی عمر میں بدھ ۱۸ر ستمبر ۲۰۱۳ء کو ممبئی میں انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم گجرات کے قصبہ ویراول میں ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوئے۔

ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی صدارت میں دفتر معتمد تعلیم ندوۃ العلماء میں غلام محمد بھائی پٹنی کے انتقال پر ایک تعزیتی نشست ہوئی، صدر جلسہ نے محمد بھائی پٹنی کے انتقال پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کیا اور ملی اور دعوتی میدان میں ان کی خدمات کو سراہا۔ حضرت مولانا نے کہا کہ مرحوم کا ندوۃ العلماء سے بڑا گہرا تعلق تھا، اس کی تعمیر وترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، ندوہ کی مجلس نظامت اور مجلس انتظامی دونوں کے رکن تھے اور اس کے سالانہ انتظامی جلسوں میں وہ پابندی سے شریک ہوتے تھے، ممبئی آندھرا ٹرانسپورٹ کمپنی (ممبئی) کے مالک تھے، جس کے ملک کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں آفس قائم ہیں، مرحوم کا ملک کے بڑے تاجروں میں شمار تھا، دینی اداروں کی مدد اور بزرگوں اور اہل دین کا بڑا احترام واکرام کرتے تھے، ممبئی میں ان کا گھر علماء کی قیام گاہ تھا، مرحوم اس بات کی کوشش کرتے تھے کہ جب بھی کوئی بزرگ ممبئی آئیں تو ان ہی کے مکان پر قیام کریں، چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ، حضرت مولانا عبد الحلیم جونپوریؒ، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ، قاری صدیق احمد باندویؒ اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق حقیؒ جب بھی ممبئی تشریف لے جاتے محمد بھائی ہی کے مکان پر قیام فرماتے، مرحوم ان سب کی بڑی قدردانی کرتے تھے، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ سے خصوصی تعلق تھا، قیام ممبئی کے دوران حضرت مولانا کو ہر طرح کا آرام پہونچاتے، مولانا کو بھی ان سے بڑی محبت تھی، مرحوم بڑے مخیر تھے، ممبئی اور بنگلور میں ندوہ کے لیے مالی وسائل کی فراہمی میں کلیدی کردار ادا کیا، مرحوم متعدد تعلیمی اور ملی اداروں اور تنظیموں کی انتظامیہ کے رکن تھے، ندوہ کے انتظامی امور میں مرحوم کی انتظامی صلاحیت سے فائدہ اٹھایا جاتا تھا۔

مولانا نے مزید کہا کہ مرحوم اپنی دینی اور ملی خدمات کی وجہ سے یاد کیے جاتے رہیں گے، بڑے کشادہ قلب، ملنسار، علم اور علماء دین کے قدردان، صاحب خیر اور عمدہ اخلاق کے حامل تھے، مرحوم کے جانے سے جو خلا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تلافی کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی نیکیوں کا اور ان کی دینی وملی خدمات کا بہترین صلہ عطا کر فرمائے۔

مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے کہا کہ مرحوم کا ندوہ سے گہرا ربط تھا، ندوہ کے انتظامی جلسوں میں برابر شریک ہوتے تھے، اپنی انتظامی صلاحیت سے بڑا فائدہ پہنچایا، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ سے ان کا تعلق محبت اور قدردانی کا تھا، حضرت مولانا عبد الرحمٰن صوفیؒ کے بعد ان ہی کے مکان میں قیام کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

معتمد تعلیم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی نے کہا کہ مرحوم کا ندوہ سے گہرا تعلق تھا، مرحوم بزرگان دین کا بڑا احترام ملحوظ رکھتے تھے، مرحوم قدیم وجدید دونوں مکاتب فکر سے واقف تھے، اسی لیے ان کی ممتاز صفت جامعیت تھی، مرحوم کی ایک اور ممتاز صفت ہر حال میں خوشی کا اظہار اور اللہ کی خوشنودی کا حصول تھی، سب سے خندہ پیشانی سے ملتے، ادھر کئی برسوں سے بیمار چل رہے تھے، چلنے پھرنے سے معذور تھے، اخیر عمر میں بیماری اتنی بڑھی کہ علاج مشکل ہوگیا اور علاج نہ ہونے کی صورت میں قلب کے متاثر ہونے کا خطرہ تھا، چنانچہ ڈاکٹروں کے مشورہ سے بایاں پیر کاٹ دیا گیا، اس حال میں بھی شاکر وراضی تھے، رات میں زبان پر اللہ اکبر، اللہ اکبر، الحمد للہ، الحمد للہ کی تسبیح جاری رہتی تھی یہ خود میرا مشاہدہ ہے، مرحوم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اور ان کے بعد ان کے جانشین حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اور ان کے دیگر متعلقین کا بڑا خیال رکھتے تھے، اور یہ ہدایت تھی کہ جب بھی ممبئی، اورنگ آباد، حیدرآباد اور پونہ کا سفر ہو تو ان ہی کے مکان میں قیام ہو، مرحوم کے جانشین بھی اسی راستہ پر گامزن ہیں اور علماء دین کا احترام واکرام کرتے ہیں۔

جلسہ میں ان حضرات کے علاوہ ندوۃ العلماء کے معتمد مال پروفیسر اطہر حسین خالدی نے بھی اظہار خیال کیا، تعزیتی نشست میں مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی ناظر عام ندوۃ العلماء اور دیگر حضرات شریک ہوئے، نشست کا اختتام حضرت ناظم ندوۃ العلماء کی دعا پر ہوا۔

☆☆☆

ابر رحمت

حجۃ الوداع (ذی الحجہ ۱۰ھ/ فروری ۶۳۲ء)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

حجۃ الوداع اور اس کے وقت کا انتخاب

جب مشیت الٰہی کی تکمیل ہوگئی، امت کے نفوس بت پرستی کی آلودگیوں اور جاہلیت کی عادتوں سے پاک اور ایمان کی روشنی سے منور ہوگئے اور ان کے دل کی سرد انگیٹھیوں میں شوق ومحبت کی چنگاریاں پیدا ہوگئیں، بیت اللہ بھی بتوں سے اور بتوں کی گندگی سے پاک وصاف ہوگیا، مسلمانوں کے اندر (جن کو حج بیت اللہ کئے ہوئے بہت عرصہ ہوگیا تھا) حج کا نیا شوق پیدا ہوگیا، اور محبت اور عشق کا جام نہ صرف لبریز ہوا بلکہ چھلکنے لگا، جدائی کی گھڑی بھی بہت قریب آگئی، اور حالات کا تقاضہ ہوا کہ امت کو وداع کہا جائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو (۱۰ھ میں) حج کی اجازت عطا فرمائی، اسلام میں یہ آپ کا پہلا حج تھا۔

حجۃ الوداع کی دعوتی، تبلیغی اور تربیتی اہمیت

آپ مدینہ سے اس غرض سے روانہ ہوئے کہ حج بیت اللہ کریں گے، مسلمانوں سے ملیں گے، ان کو دین کی تعلیم دیں گے، اور مناسک حج سکھائیں گے، حق کی شہادت دیں گے، اپنا فرض ادا کریں گے، مسلمانوں کو آخری نصیحتیں اور وصیتیں کریں گے، ان سے عہد وپیمان لیں گے، جاہلیت کے آخری آثار ونشانات کو مٹائیں گے اور قدموں سے پامال کریں گے، یہ حج ہزار وعظ، اور ہزار درس وتعلیم کا قائم مقام تھا، یہ دراصل ایک چلتا پھرتا مدرسہ، ایک متحرک مسجد، اور ایک گشتی چھاؤنی تھی، جہاں ایک جاہل علم سے آراستہ ہوتا، غافل اپنی غفلت سے بیدار ہوتا، سست وکاہل چست وچالاک اور کمزور طاقتور بنتا، ایک ابر رحمت سفر وقیام ہر حالت میں اور ہر وقت ان پر سایہ فگن رہتا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ کی محبت وشفقت اور آپ کی تربیت اور نگرانی ورہنمائی کا ابر رحمت تھا۔

حجۃ الوداع کا تاریخی ریکارڈ

صحابۂ کرام جیسے ثقہ اور عادل راویوں نے اس سفر کے نازک سے نازک گوشوں اور پہلوؤں اور اس کے چھوٹے چھوٹے واقعہ کا ایک ایسا ریکارڈ ہمارے لیے محفوظ کردیا ہے، جس کی مثال نہ سلاطین وامراء کے سفرناموں میں ملتی ہے، نہ علماء ومشائخ کی سرگذشتوں میں۔ [ملاحظہ ہو: حجۃ الوداع وجزء عمرات النبیؐ، مؤلفہ مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نیز مقدمہ کتاب از راقم سطور]

حجۃ الوداع کا اجمالی جائزہ

ہم اس سفر حج کا خلاصہ یہاں پیش کرتے ہیں، جس کو "حجۃ الوداع"، "حجۃ البلاغ" اور "حجۃ التمام" کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ وہ ان سب کا جامع ہے، بلکہ اس سے بھی سوا ہے، آپ کے ساتھ اس سفر میں ایک لاکھ سے زیادہ صحابی شریک تھے۔ [ان کی تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار سے ایک لاکھ تیس ہزار [illegible] گئی ہے]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیسے کیا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ فرمایا اور (ذی قعدہ ۱۰ھ میں) لوگوں کو اس کی اطلاع کردی کہ آپ حج کے لئے جانے والے ہیں، یہ سن کر لوگوں نے آپؐ کے ساتھ حج میں جانے کی تیاریاں شروع کردیں۔

اس کی خبر مدینہ کے اطراف میں بھی پہونچی اور وہاں سے لوگ جوق جوق مدینہ حاضر ہوئے، راستہ میں اتنی بڑی تعداد میں لوگ اس قافلہ میں شامل ہوتے گئے کہ ان کا شمار مشکل ہے، خلقت کا ایک ہجوم تھا، جو آگے پیچھے دائیں بائیں حدنگاہ تک آپ کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے تھا، آپؐ مدینہ سے دن میں ظہر کے بعد ۲۵ر ذی القعدہ کو سنیچر کے دن روانہ ہوئے، پہلے ظہر کی چار رکعتیں آپؐ نے ادا فرمائیں اس سے پہلے خطبہ دیا اور اس میں احرام کے واجبات وسنن بیان فرمائے۔

پھر تلبیہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے "لبیك اللّٰھم لبیك، لبیك، لا شریك لك لبیك، ان الحمد والنعمة لك والملك لا شریك لك" مجمع ان الفاظ میں کبھی اختصاراً (کبھی فرط شوق سے حذف واضافہ کرتا) آپ اس پر کوئی نکیر نہ فرماتے تلبیہ کا سلسلہ آپؐ نے برابر جاری رکھا اور "عروج" میں پہونچ کر پڑاؤ کیا، آپ کی سواری اور حضرت ابوبکرؓ کی سواری ایک تھی۔

پھر آگے روانہ ہوئے اور "الابواء" پہونچے، وہاں سے چل کر وادیٔ عسفان اور سرف میں پہونچے، پھر وہاں سے روانہ ہوکر "ذی طویٰ" میں منزل کی اور سنیچر کی رات وہاں گزاری، یہ ذی الحجہ کی چار تاریخ تھی، فجر کی نماز آپؐ نے یہیں ادا فرمائی اسی روز غسل بھی فرمایا، اور مکہ کی طرف روانہ ہوئے، مکہ میں آپ کا داخلہ دن میں بلندی کی طرف سے ہوا، وہاں سے چلتے ہوئے، آپ حرم شریف میں داخل ہوئے، یہ

چاشت کا وقت تھا، بیت اللہ پر نظر پڑتے ہی آپؐ نے فرمایا: "اللّٰهم زد بيتك هذا تشريفاً وتعظيماً وتكريماً ومهابة" (اے اللہ اپنے اس گھر کی عزت وشرف، تعظیم وتکریم، اور رعب وہیبت میں اور اضافہ فرما) دست مبارک بلند کرتے ہوئے تکبیر کہتے اور ارشاد فرماتے "اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام حيّنا ربنا بالسلام" (اے اللہ آپ سلامتی ہیں، آپ ہی سے سلامتی کا وجود ہے، اے ہمارے رب ہم کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ)۔

جب حرم شریف میں آپ داخل ہوئے تو سب سے پہلے آپؐ نے کعبہ کا رخ کیا، حجر اسود کا سامنا ہوتو آپؐ نے بغیر کسی مزاحمت کے اس کا بوسہ لیا پھر طواف کے لئے داہنی طرف رخ کیا، بیت اللہ آپ کی بائیں طرف تھا، اس طواف کے پہلے تین شوط میں آپؐ نے رمل کیا۔ [رمل کی تشریح کے لیے ملاحظہ ہو مناسک ومسائل کی کتابیں]

آپؐ تیز چل رہے تھے، قدموں کا فاصلہ مختصر ہوتا تھا، اپنی چادر آپؐ نے اپنے ایک شانہ پر ڈال لی تھی، دوسرا شانہ مبارک کھلا ہوا تھا، جب آپ حجر اسود کے سامنے گذرتے تو اس کی طرف اشارہ کر کے اپنی چھڑی سے استلام کرتے، جب طواف سے فراغت ہوئی تو مقام ابراہیم کے پیچھے تشریف لائے، اور یہ آیت تلاوت فرمائی "وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى" [سورۂ بقرہ] اس کے بعد یہاں دو رکعتیں پڑھیں، نماز سے فارغ ہو کر پھر حجر اسود کے قریب تشریف لے گئے، اور اس کا بوسہ لیا، پھر صفا کی طرف اس دروازے سے چلے جو آپ کے مقابل تھا، جب اس کے قریب آئے تو فرمایا "إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ"، أبدأ بما بدأ الله به"۔

(صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے شعائر اور نشانیوں میں سے ہیں، میں شروع کرتا ہوں اس سے جس سے اللہ نے شروع کیا۔)

پھر آپؐ اس پر چڑھے یہاں تک کہ بیت اللہ آپ کو نظر آنے لگا، پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وکبریائی کا اعلان کیا:

لا اله الا الله وحده لاشريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شئى قدير، لا اله الا الله وحده أنجز وعده ونصر عبده وهزم الأحزاب وحده.

(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا سب ملک اور بادشاہی ہے، اور اسی کے لیے ساری حمد وتعریف ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندہ کی مدد فرمائی، اور تمام جماعتوں اور گروہوں کو تنہا شکست دی)۔

مکہ میں آپؐ نے چار روز سنیچر، دوشنبہ، منگل، بدھ قیام فرمایا، جمعرات کے روز دن نکلتے ہی آپ تمام مسلمانوں کے ساتھ منیٰ تشریف لے آئے، ظہر وعصر کی نمازیں یہیں ادا فرمائیں اور رات بھی یہیں بسر کی، یہ جمعہ کی رات تھی، جب آفتاب نکل آیا تو آپ عرفہ کی طرف روانہ ہوئے، آپؐ نے دیکھا کہ نمرہ میں آپؐ کے لئے خیمہ لگایا جا چکا ہے، چنانچہ آپؐ اسی میں اترے، جب زوال کا وقت ہوگیا تو اپنی اونٹنی "قصواء" کو تیار کرنے کا حکم دیا، پھر وہاں سے روانہ ہو کر عرفہ کے میدان کے وسط میں آپؐ نے منزل کی، اور اپنی سواری ہی پر تشریف رکھتے ہوئے ایک مہتم بالشان خطبہ دیا، جس میں آپؐ نے اسلام کی بنیادوں کو واضح کیا اور شرک وجہالت کی بنیادیں منہدم کردیں، اس میں ان تمام حرام چیزوں کی آپؐ نے تحریم فرمائی جن کے حرام ہونے پر تمام مذاہب واقوام متفق ہیں، اور وہ ہیں، ناحق خون کرنا، مال غصب کرنا اور آبروریزی کرنا، جاہلیت کی تمام باتوں اور مروجہ کاموں کو اپنے قدموں کے نیچے پامال کردیا، جاہلیت کا سود کل کا کل آپؐ نے ختم فرمادیا اور اس کو بالکل باطل قرار دیا عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی اور ان کے جو حقوق ہیں، نیز ان کے ذمہ جو حقوق ہیں، ان کی توضیح کی اور یہ بتایا کہ دستور کے مطابق خوراک اور لباس، نان نفقہ ان کا حق ہے۔

امت کو آپؐ نے کتاب اللہ کے ساتھ مضبوطی سے وابستہ رہنے کی وصیت کی، اور ارشاد فرمایا کہ "جب تک وہ اس کے ساتھ اپنے کو اچھی طرح وابستہ رکھیں گے گمراہ نہ ہوں گے" آپؐ نے ان کو آگاہ کیا کہ ان سے کل قیامت کے دن آپؐ کے بارے میں سوال ہوگا" اور وہ اس کے جواب دہ ہوں گے، اس موقع پر آپؐ نے تمام حاضرین سے دریافت فرمایا کہ وہ آپ کے متعلق کیا کہیں گے اور کیا گواہی دیں گے، سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم گواہی دیں کہ آپؐ نے پیغام حق بے کم وکاست پہونچا دیا، اپنا فرض پورا کیا، اور خیر خواہی کا حق ادا کردیا، یہ سن کر آپؐ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار اللہ تعالیٰ کو ان پر گواہ بنایا اور ان کو حکم دیا کہ جو یہاں موجود ہے، وہ غیر حاضر تک یہ بات پہونچادے۔

جب آپؐ خطبہ پورا فرما چکے تو آپؐ نے بلالؓ کو اذان کا حکم دیا، انھوں نے اذان دی، پھر آپؐ نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی، اسی طرح عصر کی بھی دو ہی رکعت پڑھی، یہ جمعہ کا روز تھا۔

نماز سے فارغ ہو کر آپ اپنی سواری پر تشریف لے گئے، اور موقف پر آئے، یہاں آ کر آپؐ اپنے اونٹ پر بیٹھ گئے اور غروب آفتاب تک دعاء ومناجات اور مالک الملک کے حضور تضرع وابتہال اور اپنی عاجزی وبے چارگی کے اظہار میں مشغول رہے، دعا میں آپ اپنا دست مبارک سینے تک

اٹھاتے تھے، جیسا کہ کوئی سائل اور مسکین نان شبینہ کا سوال کر رہا ہو، دعا یہ تھی:

اللّٰهم انك تسمع كلامي وترى مكاني وتعلم سرّي وعلانيتي، لايخفى عليك شئى من أمري، انا البائس الفقير، المستغيث، المستجير والوجل المشفق، المقرّ المعترف بذنوبي أسألك مسألة المسكين وابتهل اليك ابتهال المذنب الذليل، وادعوك دعاء الخائف الضرير، من خضعت لك رقبته وفاضت لك عيناه وذلّ جسده ورغم أنفه لك، اللّٰهم لا تجعلني بدعائك رب شقيًا وكن بي رئوفاً رحيماً، ياخير المسئولين وياخير المعطين.

(اے اللہ تو میری بات سنتا ہے اور میری جگہ کو دیکھتا ہے اور میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے، تجھ سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی، میں مصیبت زدہ ہوں محتاج ہوں، فریادی ہوں، پناہ جو ہوں، پریشان ہوں، ہراساں ہوں، اپنے گناہوں کا اقرار کرنے والا ہوں، اعتراف کرنے والا ہوں، تیرے آگے سوال کرنے والا ہوں، تیرے آگے سوال کرتا ہوں، جیسے بیکس سوال کرتے ہیں، تیرے آگے گڑگڑاتا ہوں، جیسے گنہگار ذلیل وخوار گڑگڑاتا ہے، اور تجھ سے طلب کرتا ہوں جیسے خوف زدہ آفت رسیدہ طلب کرتا ہو، اور جیسے وہ شخص طلب کرتا ہے جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہو، اور اس کے آنسو بہہ رہے ہوں، اور تن بدن سے وہ تیرے آگے فروتنی کئے ہوئے ہو، اور اپنی ناک تیرے سامنے رگڑ رہا ہو، اے رب تو مجھے اپنے سے دعا مانگنے میں ناکام نہ رکھ اور میرے حق میں بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہوجا، اے سب مانگے جانے والوں سے بہتر اور سب دینے والوں سے اچھے)۔

اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" [سورۂ مائدہ] جب آفتاب غروب ہوگیا تو آپؐ عرفہ سے روانہ ہوگئے اور اسامہؓ بن زید کو اپنے پیچھے بٹھایا، آپؐ متانت، سکون ووقار کے ساتھ آگے چلے، اونٹنی کی مہار آپؐ نے اس طرح سمیٹ لی تھی کہ قریب تھا کہ سر آپؐ کے کجاوہ سے لگ جائے، آپؐ کہتے جاتے تھے کہ لوگو! سکون اور اطمینان کے ساتھ چلو، راستہ پھر آپ تلبیہ کرتے جاتے، اور جب تک مزدلفہ نہ پہونچ گئے، یہ سلسلہ جاری رہا، وہاں پہونچتے ہی آپؐ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم فرمایا، اذان دی گئی، آپؐ کھڑے ہوگئے اور اونٹوں کو بٹھانے اور سامان اتارنے سے پہلے مغرب کی نماز ادا فرمائی جب لوگوں نے سامان اتار لیا تو آپؐ نے عشا کی نماز بھی ادا فرمائی پھر آپ آرام فرمانے کے لئے لیٹ گئے اور فجر تک سوئے۔

نماز فجر اول وقت ادا فرمائی، پھر سواری پر بیٹھے اور مشعر الحرام آئے اور قبلہ رُو ہو کر دعاء وتضرع، تکبیر وتہلیل اور ذکر میں مشغول ہوگئے، یہاں تک کہ خوب روشنی پھیل گئی، یہ طلوع آفتاب سے پہلے کی بات ہے، پھر آپؐ مزدلفہ سے روانہ ہوئے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سواری پر آپؐ کے پیچھے تھے، آپؐ برابر تلبیہ میں مشغول رہے، آپؐ نے ابن عباسؓ کو حکم دیا کہ رمی جمار کے لئے سات کنکریاں چن لیں، جب آپؐ وادی محسّر کے وسط میں پہونچے تو آپؐ نے اونٹنی کو تیز کردیا اور بہت عجلت فرمائی، اس لیے کہ یہی وہ جگہ ہے، جہاں اصحاب فیل پر عذاب نازل ہوا تھا، یہاں تک کہ منیٰ پہونچے اور وہاں سے جمرۃ العقبہ تشریف لائے، اور سواری پر طلوع آفتاب کے بعد رمی کی اور تلبیہ موقوف کیا۔

پھر منیٰ واپسی ہوئی، یہاں پہونچ کر آپؐ نے ایک بلیغ خطبہ دیا جس میں آپؐ نے یوم النحر کی حرمت سے آگاہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس دن کی جو فضیلت ہے، اس کو بیان کیا، دوسرے تمام شہروں پر مکہ کی افضلیت وبرتری کا ذکر کیا، اور جو کتاب اللہ کی روشنی میں ان کی قیادت کرے اس کی اطاعت وفرمانبرداری ان پر واجب قرار دی، پھر آپؐ نے حاضرین سے کہا کہ وہ اپنے مناسک واعمال حج آپؐ سے معلوم کرلیں، آپؐ نے لوگوں کو یہ بھی تلقین فرمائی کہ دیکھو میرے بعد کافروں کی طرح نہ ہوجانا، جو ایک دوسرے کی گردن مارتے رہتے ہیں، آپؐ نے یہ بھی حکم دیا کہ یہ سب باتیں دوسروں تک پہونچادی جائیں، اس خطبہ میں آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

أعبدوا ربكم وصلّوا خمسكم وصوموا شهركم وأطيعوا ذا أمركم تدخلوا جنة ربكم.

(اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ وقت کی نماز پڑھو، ایک مہینہ (رمضان) کا روزہ رکھو اور اپنے اولی الامر کی اطاعت کرو، اپنے رب کی جنت میں داخل ہوجاؤ گے)۔

اس وقت آپؐ نے لوگوں کے سامنے الوداعیہ کلمات بھی کہے اور اسی وجہ سے اس حج کا نام "حجۃ الوداع" پڑا۔

پھر آپ منیٰ میں "منحر" تشریف لے گئے، اور تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے ذبح فرمائے جتنے اونٹ آپؐ نے ذبح کئے وہی تعداد آپ کی عمر شریف کے برسوں کی بھی ہے، اتنی تعداد کے بعد آپؐ نے توقف کیا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ سو میں جتنے باقی ہیں، وہ پورے کریں، غرض جب آپؐ نے قربانی مکمل کرلی تو آپؐ نے حجام کو طلب فرمایا، اور حلق کروایا، اور اپنے موئے مبارک قریب کے لوگوں میں تقسیم فرمادیے، پھر سواری پر مکہ روانہ ہوئے، طواف افاضہ کیا جس کو طواف زیارت بھی کہتے ہیں، پھر بئر زمزم کے پاس

تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پانی نوش فرمایا، پھر اسی روز منیٰ واپسی ہوئی اور شب وہیں گذاری، دوسرے دن آپ زوال آفتاب کا انتظار کرتے رہے، جب زوال کا وقت ہوگیا تو آپؐ اپنی سواری سے اتر کر رمی جمار کے لئے تشریف لے گئے جمرۂ اولیٰ سے آغاز فرمایا، اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ اور جمرۂ عقبہ کے قریب جا کر رمی کی، منیٰ میں آپؐ نے دو خطبے دیے، ایک قربانی کے دن جس کا ذکر ابھی اوپر گذرا، دوسرا قربانی کے دوسرے روز۔

یہاں آپ نے توقف فرمایا، اور ایام تشریف کے تینوں دن کی رمی مکمل کی، پھر مکہ کی طرف روانہ ہوئے، اور سحر کے وقت طواف وداع کیا، اور لوگوں کو تیاری کا حکم فرمایا، اور مدینہ روانہ ہوگئے۔ [زاد المعاد: ۱/۱۸۰-۲۴۹ ملخصاً]۔

جب آپؐ غدیر خم پہونچے تو آپؐ نے ایک خطبہ دیا اور حضرت علیؓ کی فضیلت بیان فرمائی، اس موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ۔

من كنت مولاه فعلي مولاه، اللّٰهم وال من والاه وعاد من عاداه. [بروایت امام احمد ونسائی، ابن کثیر: ۴/۴۱۵-۴۱۶]

(جس کو میں محبوب ہوں علی بھی اس کو محبوب ہونا چاہئے، اے اللہ جو علی سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو ان سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ)۔

جب آپؐ ذوالحلیفہ آئے تو رات یہیں بسر کی، سواد مدینہ پر آپ کی نظر پڑی تو آپؐ نے تین بار تکبیر کہی اور ارشاد فرمایا:

لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير آئبون تائبون، عابدون ساجدون، لربنا حامدون صدق اللّٰه وعده ونصر عبده وهزم الأحزاب وحده. [زاد المعاد: ۱/۲۴۹]

(خدا بزرگ و برتر ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں، بس اسی کی سلطنت ہے اسی کے لئے مدح وستائش ہے وہ ہر بات پر قادر ہے، لوٹنے آرہے ہیں توبہ کرتے ہوئے، فرمانبردارانہ زمین پر پیشانی رکھ کر اپنے پروردگار کی مدح وستائش میں مشغول ہو کر خدا نے اپنا وعدہ سچا کیا، اپنے بندہ کی نصرت کی اور تمام قبائل کو تنہا شکست دی)۔

آپؐ مدینہ طیبہ میں دن کے وقت داخل ہوئے۔

حجة الوداع میں رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا خطبہ

یہاں پر ہم اس خطبہ کا پورا متن دے رہے ہیں جو آپؐ نے عرفہ کے روز دیا تھا، اسی طرح ایام تشریف کے درمیان جو خطبہ آپؐ نے دیا تھا، اس کا بھی پورا متن یہاں پیش کیا جارہا ہے، اس لئے کہ یہ دونوں عظیم الشان خطبے اپنے اندر حد درجہ سامان موعظت رکھتے ہیں، اور کثیر فوائد پر مشتمل ہیں۔

خطبۂ عرفہ

ان دماءكم وأموالكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا، في شهركم هذا في بلدكم هذا ألا ان كل شئ من أمر الجاهلية تحت قدمي موضوع، ودماء الجاهلية موضوعة وان اول دم أضعه من دماءنا دم ابن ربيعة بن الحارث كان مسترضعا في بني سعد فقتلته هذيل، وربا الجاهلية موضوع، واول ربا أضع من ربانا ربا العباس بن عبد المطلب، فانه موضوع كله، فاتقوا اللّٰه في النساء فانكم اخذتموهن بامانة اللّٰه، واستحللتم فروجهن بكلمة اللّٰه، ولكم عليهن ان لا يوطئن فرشكم أحدا تكرهونه، فان فعلن ذلك فاضربوهن ضربا غير مبرح ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف، وقد تركت فيكم مالم تضلوا بعده ان اعتصمتم به، كتاب اللّٰه وانتم تسئلون عني فما ذا أنتم قائلون؟ قالو: نشهد انك قد بلغت واديت ونصحت، فقال باصبعه السبابة يرفعها الى السماء وينكبها الى الناس اللّٰهم اشهد ثلاث مرات. [مسلم، ابوداود]

(تمہارا خون اور تمہارا مال اسی طرح حرام ہے، جس طرح یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہے، یہ بھی یاد رکھو کہ ہر جاہلی امر باطل ہے، اور جاہلیت کے تمام خون (یعنی انتقامی خون) باطل کر دیے گئے، اور سب سے پہلے میں (اپنے خاندان کا خون) ابن ربیعہ بن الحاث کا خون باطل کردیتا ہوں، جس نے بنی سعد میں پرورش پائی اور اس کو ہذیل نے قتل کر ڈالا، جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کردیے گئے اور سب سے پہلے اپنے خاندان کا سود عباس بن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں، یہ سب کا سب باطل ہے، عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو، تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے، اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ کی بات کے ساتھ حلال سمجھا ہے، اور تمہاری طرف سے ان پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو (جس کا آنا تم کو گوارا نہیں ہے) نہ آنے دیں، اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو، اور ان کا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ ان کو معقول طریقہ پر ان کی خوراک اور پوشاک کا انتظام کرو، میں تم میں ایک چیز چھوڑ جاتا ہوں اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہوگے وہ چیز کیا ہے؟ کتاب اللہ، تم سے خدا کے ہاں میری نسبت پوچھا جائے گا تم کیا جواب دوگے؟ صحابہؓ نے عرض کی ہم کہیں گے کہ آپؐ نے خدا کا پیغام پہونچادیا، اپنا فرض ادا کردیا، آپؐ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور تین مرتبہ فرمایا: "اے خدا تو گواہ رہنا")۔

ایام تشریق کے وسط میں جو خطبہ آپؐ نے دیا تھا، اس کا متن یہ ہے:

يأيها الناس اهل تدرون في اى شهر أنتم وفي اى يوم انتم، وفي اى بلد انتم؟ فقالوا: في يوم حرام، وبلد حرام، وشهر حرام، قال: فان دماءكم واموالكم وأعراضكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا وفي بلدكم هذا، الى يوم تلقونه، ثم قال: اسمعوا مني تعيشوا، ألا لا تظلموا ألا لا تظلموا، ألا لا تظلموا أنه لا يحل مال امرئ مسلم الا بطيب نفس منه، ألا! وان كل دم ومال ومأثرة كانت في الجاهلية تحت قدمي هذه الى يوم القيامة، وان اول دم يوضع دم ربيعة بن الحارث بن عبدالمطلب كان مسترضعا في بني ليث فقتلته هذيل، ألا! وان كل ربا في الجاهلية موضوع وان اللّٰه عزوجل قضى أن اول ربا يوضع ربا العباس بن عبدالمطلب، لكم رؤوس اموالكم لا تظلمون ولا تظلمون، ألا! وان الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق السمٰوٰت والارض، ثم قرأ: "ان عدة الشهور عند اللّٰه اثنا عشر شهراً في كتٰب اللّٰه يوم خلق السمٰوٰت والارض منها اربعة حرم، ذلك الدين القيم، فلا تظلموا فيهن انفسكم" ألا! لا ترجعوا بعدي كفاراً يضرب بعضكم رقاب بعض، ألا ان الشيطان قد أيس أن يعبده المصلون، ولكنه في التحريش بينكم، واتقوا اللّٰه في النساء فانهن عندكم عوان لا يملكن لأنفسهن شيئا، وان لهن عليكم حقا، ولكم عليهن حقا أن لا يوطئن فرشكم أحدا غيركم، ولا يأذن في بيوتكم لاحد تكرهونه، فان خفتم نشوزهن فعظوهن واهجروهن في المضاجع واضربوهن ضربا غير مبرح ولهن رزقهن وكسوتهن بالمعروف وانما اخذتموهن بأمانة اللّٰه، واستحللتم فروجهن بكلمة اللّٰه عزوجل، ألا ومن كانت عنده أمانة فليؤدها الى من ائتمنه عليها وبسط يديه، وقال ألا! اهل بلغت؟ ألا! اهل بلغت، ثم قال اليبلغ الشاهد الغائب، فانه رب مبلغ أسعد من سامع.

[رواہ الامام احمد عن ابی حرہ الرقاشی عن عمہ]

(اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ اور کون دن ہے؟ اور تم کس شہر میں ہو؟ لوگوں نے جواب دیا: یہ دن بڑا باحرمت، اور یہ مہینہ بڑا قابل احترام ہے، اور یہ شہر حرمت والا ہے، تو آپؐ نے فرمایا تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزتیں اسی طرح قیامت تک حرام ہیں جس طرح یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر ہے، پھر فرمایا، سنو مجھ سے وہ باتیں سنو جس سے تم صحیح زندگی گذار سکو گے خبردار ظلم نہ کرنا، خبردار ظلم نہ کرنا، خبردار ظلم نہ کرنا، کسی مسلمان شخص کے مال میں سے کچھ لینا جائز نہیں ہاں اگر وہ راضی ہو (تو کوئی حرج نہیں) ہر خون، ہر مال، جو جاہلیت سے چلا آتا تھا تاقیامت وہ باطل ہے، اور سب سے پہلا خون جو باطل کیا جاتا ہے، وہ ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کا خون، اس نے بنی لیث میں پرورش پائی تھی، اور ہذیل نے اس کو قتل کردیا تھا، جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کردیے گئے، اور اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمادیا کہ جو سب سے پہلا سود باطل کیا جائے، وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے، تمہارا راس المال تمہارے لیے محفوظ ہے اس میں نہ تم کسی پر ظلم کروگے نہ تمہارے اوپر ظلم کیا جائے گا ابتداء میں خدا نے جب آسمان وزمین کو پیدا کیا تھا زمانہ پھر پھرا کر آج اسی نقطہ پر آگیا، پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ "خدا کے نزدیک مہینے گنتی میں (بارہ ہیں یعنی) اس روز (سے) کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کتاب خدا میں (برس کے) بارہ مہینے (لکھے ہوئے) ہیں، ان میں سے چار مہینے ادب کے ہیں یہی دین (کا) سیدھا راستہ ہے تو ان (مہینوں) میں (قتال ناحق سے) اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا" ہاں! میرے بعد کافر ہی نہ ہوجانا کہ خود ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو، اور ہاں! شیطان بھی اس سے مایوس ہوچکا ہے کہ نماز پڑھنے والے اس کی پرستش کریں لیکن وہ تمہارے درمیان رخنہ اندازی کرے گا، عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو، کیونکہ وہ تمہاری دست نگر ہیں، وہ اپنے لئے خود کوئی اختیار نہیں رکھتیں، اور ان کا تم پر حق ہے، اور تمہارا ان پر کہ وہ تمہارے علاوہ تمہارے بستر پر کسی کو آنے نہ دیں اور نہ ایسے شخص کو تمہارے گھر آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو، اور اگر تم ان کی نافرمانی سے خوف محسوس کرو تو انھیں نصیحت کرو، اور ان کو ان کی خوابگاہوں میں چھوڑ دو اور ہلکی مار مارو اور انھیں کھانے کپڑے کا حق معلوم طریقے پر حاصل ہے، تم نے انھیں خدا کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے، اور ان کے ناموس کو اللہ کے نام سے حلال کیا ہے آگاہ ہو جاؤ جس کے پاس کوئی امانت ہو وہ صاحب امانت کو واپس کردے، اتنا فرمانے کے بعد آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور فرمایا کہ کیا میں نے پیغام پہنچادیا کیا میں نے پیغام پہنچادیا؟ پھر فرمایا جو حاضر ہیں وہ غیر حاضر لوگوں تک یہ بات پہونچادیں کیونکہ بہت سے غیر حاضر سننے والوں سے زیادہ خوش بخت ہوتے ہیں)۔

☆☆☆☆☆

تشکر و امتنان

حج اور عید قرباں

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

اسلام کی بنیادی عبادتوں کی چار قسمیں ہیں، ان میں سے ایک عبادت حج کی ادائیگی ہے، جو صرف ان پر فرض ہے جو اس کے لیے سفر اور ادائیگی کی استطاعت رکھتے ہوں، حج مکہ مکرمہ جا کر انجام دیا جاتا ہے، اس میں پانچ روز صرف ہوتے ہیں، اس میں مسلمانوں کو اپنے رب واحد کے سامنے اطاعت وفدائیت کا عمل ظاہر کرنا ہوتا ہے، جس کا اعلیٰ نمونہ رب العالمین کے برگزیدہ نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل کی نقل کی صورت میں ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندہ اور موقر نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فدائیت کا وہ نمونہ ایمان والوں کے لئے بڑا سبق ہے، ایمان والوں کو بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے رب کی محبت واطاعت اور اس کی رضا طلبی کا اظہار اس نمونہ کو سامنے رکھتے ہوئے کریں۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت الٰہی اور محبت الٰہی کی عظیم ترین مثالوں کی صورت میں بیان کی ہے، اور اس کو قیامت تک ایمان والوں کے لیے یادگاری اور مثالی نمونہ بنا دیا گیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے لئے مختلف انداز کی تین زبردست قربانیوں کا ثبوت دیا جس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ماحول شرک میں ڈوبا ہوا تھا، اور ان کی قوم کھلا ہوا شرک کر رہی تھی، ان کے باپ تو شرکیہ عمل کے خاص پجاری تھے، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فطری شعور اور سمجھ نے ان کے ماحول اور گھر کے شرکیہ عمل کو قبول نہیں کیا اور انہوں نے اپنے غور وسمجھ سے یہ نتیجہ نکالا کہ شرک کا عمل عقل کے مطابق نہیں ہے۔ ان کی قوم کا شرک ستارہ پرستی تھا، حضرت ابراہیمؑ نے ستاروں کی حیثیت اور حقیقت پر غور کیا، پھر چاند پر غور کیا، پھر سورج پر غور کیا، سب کو ان سے بڑے کسی قدرت والے کا پابند محسوس کیا کہ جب وہ پابند ہیں تو وہ اپنے سے کسی بڑے قدرت والے کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں، اسی طرح انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اعلیٰ ترین قوت ان سے اوپر ہے اور ان کو چلانے والی ہے، اس طرح وہ خدائے واحد تک پہنچے۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر اس طرح ہے:

”(وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا تم بتوں کو معبود قرار دیتے ہو؟ بیشک میں تمہیں تو اور تمہاری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں (مبتلا) دیکھتا ہوں اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو دکھا دی آسمانوں اور زمین کی حکومت تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں، تو یوں ہوا کہ جب رات ابراہیم علیہ السلام پر چھا گئی، انہوں نے ایک تارے کو دیکھا، بولے: یہی میرا پروردگار ہے، لیکن جب وہ غروب ہو گیا تو بولے: میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ پھر جب چاند کو دیکھا چمکتے ہوئے تو بولے: یہی میرا پروردگار ہے، لیکن جب وہ (بھی) غروب ہو گیا تو بولے کہ اگر میرا پروردگار مجھے ہدایت نہ کرتا رہے تو میں بھی گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں۔ پھر جب سورج کو چمکتے ہوئے دیکھا تو بولے: یہی میرا پروردگار ہے، یہی سب سے بڑا ہے، لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو بولے: اے لوگو! میں اس شرک سے بری اور (بے زار) ہوں جو تم کیا کرتے ہو، یقیناً میں نے تو اپنا رخ یکسو ہو کر اس کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں، اور ان کی قوم لگی ان سے جھگڑنے، وہ بولے کہ کیا یہ جھگڑا مجھ سے اللہ کے باب میں کرتے ہو؟ درآنحالیکہ وہ مجھے ہدایت کر چکا ہے، میں ان سے نہیں ڈرتا، جنہیں تم (اللہ) کا شریک ٹھہرا رہے ہو، ہاں البتہ اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے، میرا پروردگار ہر چیز کو علم سے گھیرے ہوئے ہے، تو کیا تم خیال نہیں کرتے؟ اور میں اس سے کیوں ڈرنے لگا جس کو تم نے شریک ٹھہرا رکھا ہے، درآنحالیکہ تم اس سے ڈرتے نہیں، کہ تم نے اللہ کا شریک ٹھہرایا ہے جن کے باب میں اس نے تم پر کوئی دلیل نہیں اتاری ہے، سو دونوں گروہوں میں سے امن کا زیادہ حق دار کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو، جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے مخلوط نہیں کیا ایسوں ہی کے لیے تو امن ہے، اور وہی ہدایت یاب ہیں، یہ تھی ہماری دلیل جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کے مقابلہ پر دی تھی، ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں، بیشک آپ کا پروردگار بڑا حکمت والا ہے بڑا علم والا ہے“۔

[سورہ انعام/۷۴-۸۴]

اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑا اونچا مقام عطا کیا اور ان کو اپنا ”خلیل“ بنایا: ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾ [سورہ نساء/۱۲۵] اور ان کو یہ اونچا مقام سب سے بڑے اور ساری کائنات کے بڑے اور خالق اور رب واحد پر یقین اور صرف اسی کی عبادت کو ضروری سمجھنے سے حاصل ہوا، اور انہوں نے اپنی قوم کو اس کی دعوت دی اور ایسی ہمت اور عزیمت سے کام لیا کہ ایمان ویقین کے زبردست امتحان سے گزرنا پڑا اور زبردست قربانیاں دینی پڑیں۔

پہلی قربانی تو انہوں نے اس وقت دی جب انہوں نے اپنی بت پرست قوم کو توحید کی طرف بلایا، ان کی قوم حتی کہ باپ نے بھی سخت رویہ اختیار کیا، اور نہایت سختی کے ساتھ دھمکی دی کہ وہ اپنی توحید کی دعوت پر قائم رہے تو انہیں دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا، وہ اس کو بھی برداشت کرنے پر تیار ہو گئے، لیکن اپنی دعوت توحید سے نہیں ہٹے، اور آگ میں جلنے کے لئے بھی تیار ہو گئے، چنانچہ وہ آگ میں ڈالے گئے اور انہوں نے اس طرح اپنی جان کی قربانی کو قبول کیا، اللہ نے ان کی اس ہمت اور قربانی کی بنا پر ان کو اپنی قدرت کاملہ کے ذریعہ جلنے سے بچا دیا، کہ ان کے آگ میں جانے پر اس کی جلانے کی طاقت کو روک دیا، اور اس طرح آگ میں ڈالے جانے کے باوجود جلنے سے محفوظ رہے، لیکن وہ جو کر سکتے تھے انہوں نے وہ کر دیا تھا کہ جلنے کے لئے تیار ہو کر آگ میں داخل ہو گئے تھے۔ قرآن مجید نے ان کے اس عمل کو اس طرح بیان کیا ہے:

”اور بالیقین ہم (اس سے بھی) پہلے ابراہیم کو فہم سلیم عطا کر چکے تھے، اور ہم ان کو خوب جانتے تھے (وہ وقت یاد کرو) جب انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم والوں سے کہا: یہ کیا (واہیات خرافات) مورتیں ہیں؟ جن پر تم جمے بیٹھے ہو، وہ بولے: ہم نے تو اپنے باپ (دادوں) کو ان کی عبادت کرتے پایا ہے، (ابراہیم نے) کہا: یقیناً صریح گمراہی میں مبتلا رہے تم بھی اور تمہارے باپ (دادا) بھی، وہ بولے: کیا تم سنجیدگی سے ہمارے سامنے پیش کر رہے ہو یا دل لگی کر رہے ہو، ابراہیم نے کہا: ارے دل لگی کیسی، تمہارا پروردگار تو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے جس نے ان (سب) کو پیدا کیا، اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں۔ اور بخدا میں تمہارے بتوں کی گت بنا ڈالوں گا جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے، چنانچہ آپ نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے ہی کر ڈالا، بجز ان کے بڑے (بت) کے تاکہ وہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں، وہ لوگ (آ کر) بولے یہ (حرکت) کس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ کی، بیشک اس نے تو بڑا ہی غضب کر دیا، (بعض ان میں سے) بولے کہ ہم نے تو ایک نوجوان کو جسے ابراہیم کہا جاتا ہے ان کا ذکر برائی سے کرتے سنا تھا، وہ (لوگ) بولے تو پھر اس کو سب لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ دیکھیں، وہ بولے کہ ارے تم ہی وہ ہو جس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے اے ابراہیم؟ (آپ نے) کہا کہیں اس نے نہ کیا ہو ان کے اسی بڑے نے، سو انہی سے پوچھ دیکھو اگر یہ بولتے ہوں، اس پر وہ لوگ اپنے جی میں سوچنے لگے، پھر بول اٹھے بے شک تم ہی (سرتاسر) ناحق پر ہو، پھر اپنے سروں کو جھکا لیا (اے ابراہیم) تمہیں تو خوب معلوم ہے کہ یہ کچھ بولتے نہیں، (آپ نے) کہا تو کیا تم اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع پہنچا سکیں اور نہ تمہیں نقصان ہی پہنچا سکیں، تف ہے تم پر بھی اور ان پر بھی جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، تو تم کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے؟ (وہ لوگ) بولے اس شخص کو تو جلا دو اور اپنے معبودوں کا بدلہ لے لو اگر تمہیں کچھ کرنا ہے، ہم نے حکم دیا اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابراہیم کے حق میں، اور (لوگوں) نے ان کے ساتھ برائی کرنا چاہی تھی سو ہم نے ان ہی (لوگوں) کو ناکام کر دیا“۔

[سورۂ انبیاء/۵۱-۷۰]

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے ایمان واطاعت الٰہی کے سلسلہ کا پہلا زبردست امتحان تھا جس میں انہوں نے کامیابی حاصل کی۔

پھر کچھ مدت بعد اللہ نے ان کے ایمان اور طاعت الٰہی کا دوسرا امتحان لیا اور وہ اس طرح کہ جب ان کی بڑی عمر اور انتظار کے بعد بچہ پیدا ہوا، اور وہ بہت خوبصورت اور پیارا بچہ تھا، اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ تھا کہ وہ اس کو ہر وقت اپنے پاس رکھتے اور دیکھتے اور خوش ہوتے، لیکن اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ اس بچہ کو اور اس کی ماں کو ایسی جگہ لے جا کر چھوڑ آئیں جہاں نہ پانی ہے نہ کھانا، نہ سبزہ ہے نہ درخت، نہ آدم ہے نہ آدم زاد، اور اپنی جگہ سے سیکڑوں میل دور جگہ پر حضرت ابراہیم اپنے پروردگار کی یہ مرضی جان کر اس قربانی کے لئے بھی تیار ہو گئے اور جتنی زاد راہ اور غذا لے جا سکتے تھے اس کو ساتھ لیا اور اپنی بیوی اور ان سے پیدا ہوئے شیر خوار بچہ کو لے جا کر جزیرہ کے وسطی مقام میں جہاں صحرائی حالت تھی، لیکن اللہ رب العالمین کی نظر میں وہ پسندیدہ جگہ تھی، بکہ اور مکہ کے نام سے موسوم تھی، اس کی بے آب وگیاہ اور غیر آباد وادی میں چھوڑ آئے، چھوڑ کر واپس جانے لگے تو ان کی اہلیہ، بچہ کی ماں حضرت ہاجرہ نے پوچھا: آپ ہم کو یہاں کس کے بھروسہ چھوڑے جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: اللہ کا یہی حکم ہے، میں اس کے بھروسہ پر تمہیں یہاں چھوڑ کر جا رہا ہوں، اس طرح انہوں نے بیوی اور بچہ کو خطرہ میں ڈال کر چلے آنے کی قربانی بھی دیدی، بچہ اور محبوب بیوی کی قربانی، اپنی جان کی قربانی ہی کی طرح تھی، انہوں نے یہ قربانی دیدی، اور اللہ کے حکم پر بیوی کو اور بیٹے

کو دنیاوی لحاظ سے بے یار و مددگار بلکہ خشک اور بے سروسامانی کی جگہ چھوڑ آئے جہاں بظاہر زندہ رہنا مشکل تھا، دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہوگا کہ یہ بچہ جو بڑی تمناؤں کے بعد پیدا ہوا اور یہ بیوی جس کے بطن سے یہ پیدا ہوا، اب اس کا کیا ہوگا، یہاں نہ کھانا باقی رہے گا اور نہ پانی ملے گا، بہر حال اپنے رب کی مرضی پر سب قربان ہے، چنانچہ ساتھ میں جو کھانا پانی تھا وہ ان کی بیوی اور بچہ کے لئے چند دن کام آیا، پھر جب وہ زادراہ ختم ہوگیا، اور پانی بھی نہ رہا، بچہ پیاسا ہوا اور پانی نہ ملنے پر جاں بلب ہوگیا تو ان کی ماں پریشان ہو ہو کر پانی کی تلاش میں قریب کی پہاڑیوں صفا و مروہ پر چڑھ چڑھ کر دور دور نظر ڈالتی تھیں کہ کہیں پانی ہونے کی علامت نظر آئے، تو وہاں جا کر پانی لے آئیں، لیکن وہاں پانی کہاں تھا جو نظر آتا، اس طرح اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کا امتحان لے لیا اور جب وہ بھی اپنے رب کی مرضی پر راضی رہیں ان کو اس امتحان میں کامیابی کی سعادت ملی، جب وہ خوب پریشان ہوئیں اور اپنے رب کی مرضی پر راضی رہیں تو اللہ کی طرف سے خصوصی مدد آئی، اللہ کے حکم سے حضرت جبرئیل آئے، انہوں نے بچہ کے قریب اللہ کے حکم سے اپنے پیر سے دھکا مارا جس سے گڑھا بن گیا اور اس سے پانی جاری ہوگیا جو زمزم کہلایا، پانی کا چشمہ حاصل ہوجانے سے ان کے زندہ رہنے کا انتظام ہوگیا، پھر اللہ رب العزت کا مزید یہ کرم ہوا کہ یمن کا ایک قافلہ وہاں سے قریب سے گذر رہا تھا وہ بھی پانی کی جگہ کی تلاش میں تھا، ان کے کچھ افراد نے پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھا، اس سے اندازہ لگایا کہ قریب میں پانی کی کوئی جگہ ضرور ہوگی، لہٰذا وہ اس کی تلاش میں ادھر آئے اور پانی دیکھا اور وہاں حضرت ہاجرہ اور بچہ کو دیکھا، انہوں نے حضرت ہاجرہ سے اجازت طلب کر کے پانی استعمال کیا پھر اجازت لے کر وہیں قیام پذیر ہوگئے، اس طرح ایک چھوٹی آبادی بن گئی، پھر بعد میں جب حضرت اسماعیلؑ بڑے ہوئے تو اسی قبیلہ جرہم کی ایک خاتون سے ان کی شادی ہوئی، اور اولاد کا سلسلہ شروع ہوا، اس طرح یہاں باقاعدہ آبادی ہوگئی، اور ان لوگوں نے اللہ کے فضل سے کھانے پینے کی ضرورت کے لیے قابل عمل طریقے نکال لیے، پانی زمزم سے ملتا تھا اور کھانے کے لئے جو قابل عمل ہوتا اس پر عمل کیا جاتا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بھی تھی، اس کے اثر سے اللہ کی مدد بھی پہنچتی رہی۔ حضرت ابراہیم دریافت حال کے لیے کچھ کچھ مدت کے بعد آتے اور اس چھوٹی آبادی کی بقا اور ان کی اطاعت الٰہی و عبادت الٰہی جاری رہنے کی دعا کرتے:

”اور (وہ وقت) یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دیجیے اور اے میرے پروردگار ان (مورتیوں) نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کردیا ہے، سو جو کوئی میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہی ہے اور جو کوئی میری نافرمانی کرے تب تو بڑا مغفرت والا ہے، بڑی رحمت والا ہے، اے میرے پروردگار میں نے اپنی کچھ اولاد کو ایک بے زراعت میدان میں آباد کردیا ہے تیرے معظم گھر کے قریب، (یہ اس لیے) اے ہمارے پروردگار کہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں، سو تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے اور انہیں کھانے کو پھل دیجیے جس سے شکر گزار رہیں“۔

[سورہ ابراہیم:۳۵-۳۷]

آہستہ آہستہ حضرت اسماعیلؑ بڑے ہوئے اور اچھے اور سعادت مند نوجوان بنے، اپنے والدین کی خدمت اور ان کی تابعداری اور فرمانبرداری میں بھی امتیازی شان اختیار کی، ان کے والدین اپنے اس لائق بیٹے کو دیکھتے کہ خوبصورت اور سعادت مند و فرمانبردار لڑکا ہے تو ان کی محبتوں میں اضافہ ہوتا، حضرت اسماعیلؑ جب سعادت مند نوجوان کی حد کو پہنچے تو اچانک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مرتبہ خواب میں یہ دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو اپنے رب کی رضا طلبی میں ذبح کر رہے ہیں، ایک بار دوبار اور تیسری بار بھی یہی دیکھا، وہ جانتے تھے کہ نبی کا خواب سچا ہوتا ہے، لہٰذا اس کو اللہ کا حکم سمجھا اور اپنے دل کو اس حکم پر عمل کرنے کے لئے تیار کرلیا، انہوں نے اپنے بیٹے کو یہ خواب بتایا، نیک اور فرمانبردار بیٹا خدا کا حکم سمجھ کر اس قربانی کے لئے تیار ہوگیا اور کہا: ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا آپ اس کی تعمیل کیجیے، میں تیار ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ ان کو لے کر گئے اور منیٰ میں ایک جگہ ان کو لٹا کر اپنی آنکھ پر پٹی باندھ کر تا کہ یہ دلدوز منظر کھلی آنکھوں سے نہ دیکھیں کہ کہیں دل مچل جائے اور اپنے رب کی مرضی پر عمل کرنے میں کوتاہی ہوجائے، ذبح کرنے لگے، اللہ نے باپ بیٹے کی اس آخری حد تک کی جانے والی تابعداری دیکھ کر اس کو کافی قرار دیا اور حضرت جبرئیل کو حکم دیا، وہ ایک مینڈھا لے کر پہنچے اور حضرت اسماعیلؑ کو ہٹا کر مینڈھا رکھ دیا، اس طرح حضرت اسماعیلؑ کے بجائے اس مینڈھے کی قربانی ہوگئی اور حضرت اسماعیلؑ بچا لئے گئے، جبکہ دونوں نے اپنے دل اور ارادہ کے لحاظ سے قربانی پوری کردی تھی، اللہ کو حضرت ابراہیم، ان کی اہلیہ اور بیٹے حضرت اسماعیل علیہم السلام تینوں افراد خاندان کی اپنے رب کی مرضی کے تحت یہ قربانیاں ایسی پسند آئیں کہ ان قربانیوں کو یادگار بنا دیا۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کی بیٹے کے لیے دعا، پھر بیٹا

ملنے پر اس کی قربانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

”(ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ) اے میرے پروردگار! مجھے ایک صالح (فرزند) دے، سو ہم نے انہیں ایک حلیم المزاج لڑکے کی بشارت دی، سو جب وہ لڑکا چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا، تو انہوں نے کہا بیٹا! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، سو تم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ بولے: ابا جان! آپ کر ڈالیے جو کچھ آپ کو حکم ملا ہے، آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے، پھر جب دونوں نے حکم تسلیم کرلیا اور (باپ نے بیٹے کو) کروٹ پر لٹا دیا، اور ہم نے انہیں آواز دی کہ اے ابراہیم تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا، (وہ وقت بھی عجیب تھا) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں، بے شک یہ تھا بھی کھلا ہوا امتحان، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا، اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی، کہ ابراہیم پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں، بے شک وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں تھے“۔

[سورۂ صافات/۱۰۰-۱۱۱]

یہ تھیں حضرت ابراہیمؑ کی اللہ کے لئے آخری درجہ کی تین قربانیاں، آگ میں جانا قبول کیا، اپنی بیوی بچہ کو اللہ کے حکم سے صحراء میں چھوڑ آئے، تیسرے اپنے بیٹے کو اللہ کے حکم پر ذبح کے لئے پیش کردیا، اس نتیجہ میں اللہ کی طرف سے ان کی ان قربانیوں کو یادگار بنا دیا گیا کہ قیامت تک ایمان اور اپنے رب کی رضا کے طالب اس کی کم از کم ظاہری شکل میں نقل کریں۔ چنانچہ حاجی ان قربانیوں کی ظاہری نقل کرتا ہے، مکہ جو بکہ بھی کہلایا وہ جگہ رہی ہے جس میں اللہ رب العزت کی عبادت کے لیے سب سے پہلا گھر تیار کیا گیا کعبہ کا طواف جو حضرت اسماعیل کی والدہ کی اپنے بچہ کی سانس بچانے کے لیے سامنے کی دو پہاڑیوں صفا اور مروہ پر بار بار چڑھ کر پانی کی کوئی جگہ معلوم کرنا اور حضرت اسماعیل کی قربانی کی نقل میں اپنی پسند کے جانور کی قربانی کر کے حضرت ابراہیمؑ کی سنت کو زندہ کرتا ہے، اور کعبہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا وہ پہلا گھر ہے جس کو اللہ نے حضرت آدمؑ کے زمین پر پہنچنے پر مکہ کی زمین پر قائم کیا تھا جو بعد میں مرور زمانہ سے زمین میں پوشیدہ ہوگیا، پھر اسی کی بنیاد پر اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کے بڑے ہوجانے پر ان کے ساتھ مل کر اس گھر کی تعمیر کی، وہ گھر اور اس کے پاس خاندان ابراہیمی کی قربانیاں وہاں کی ان متعدد خوبیوں کی بنا پر اللہ نے اپنا یہ فیصلہ فرمایا کہ ہم اس جگہ کو دنیا کی مرکزی جگہ بنائیں گے، اور یہاں رہنے والوں کو ہم ہر طرح کے پھل اور میوے دیں گے، لوگ یہاں پیدل آئیں گے، سوار آئیں گے، فوج در فوج آئیں گے، دنیا کے کونوں کونوں سے آئیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہوا کہ اس وقت سے برابر حاجی دنیا بھر سے وہاں تکلیفیں اٹھا کر آتے ہیں، اپنی خواہشات کو قربان کر کے اللہ کی رضا کو حاصل کرتے ہیں:

”اور (وہ وقت یاد لایئے) جب ہم نے ابراہیم کو بیت اللہ کی جگہ بتادی، اور (حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو پاک رکھنا طواف کرنے والوں کے لیے، اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو، لوگ [illegible]ے پاس پیدل بھی آئیں گے، اور دبلی [illegible] بھی، جو دور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی، تا کہ اپنے فوائد کے لیے آموجود ہوں، اور تا کہ ایام معلوم میں اللہ کا نام لیں، ان مویشی چوپایوں پر جو اللہ نے ان کو عطا کیے ہیں، سو تم بھی اس میں کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ، پھر لوگوں کو چاہیے کہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنے واجبات کو پورا کریں، اور چاہیے کہ اس قدیم گھر کا طواف کریں، یہ بات ہوچکی، اور جو کوئی بھی اللہ کے محترم احکام کا ادب کرے گا سو یہ اس کے حق میں اس کے پروردگار کے پاس بہتر ہوگا، اور اللہ تعالیٰ نے حلال کردیے ہیں تمہارے لیے چوپایے بجز ان کے جو تم کو پڑھ کر بتا دیے گئے، سو تم بچتے رہو بتوں کی گندگی سے اور بچے رہو جھوٹی بات سے، اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو جیسے وہ گر پڑا آسمان سے پھر پرندوں نے اسے نوچ ڈالا یا اس کو ہوا نے کسی دور دراز جگہ جا پٹکا، یہ بات ہوچکی، اور جو کوئی (دین) خدا کی یادگاروں کا ادب رکھے گا سو یہ (ادب) دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے، تمہارے لیے ان سے فوائد حاصل کرنے جائز ہیں ایک مدت معین تک، پھر اس کے ذبح کا موقع بیت عتیق کے قریب ہے، اور ہم نے ہر ایک امت کے لیے قربانی رکھ دی تھی تا کہ وہ لوگ اللہ کا نام ان مویشی چوپایوں پر لیں جو اس نے ان کو عطا کر رکھے ہیں، سو تمہارا خدا تو خدائے واحد ہے تم بس اسی کے آگے جھکو اور آپ خوشخبری سنا دیجیے گردن جھکانے والوں کو“۔

[سورۂ حج/۲۶-۳۴]

حاجی وہاں عبادت کرتے ہوئے تلبیہ کے ذریعہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم حاضر ہیں، اے اللہ ہم حاضر ہیں، تو وحدہ لاشریک ہے:

”لبیک اللّٰھم لبیک، لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک، لاشریک لک“۔

یہ ہے حج کا فریضہ، اللہ تعالیٰ کے ایک مطیع و فرمانبردار بندے اور برگزیدہ پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کی

اطاعت وعبادت کی یادگار، اس سب کو نظر میں رکھتے ہوئے ہر مسلمان کے سامنے یہ بات ہوتی ہے کہ مکہ اور کعبہ میں حاضری اپنے بدن کے پسندیدہ کپڑوں کو چھوڑ کر کفن جیسا لباس اوڑھ کر حاضر ہوں، اے رب العالمین حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، سب تعریف تیرے لیے ہے اور سب نعمت اور سب بادشاہی تیری ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، اس طرح حضرت ابراہیمؑ کی قربانیوں کی ایک طرح کی نقل ہوتی ہے، حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بیٹے اور بیوی کی قربانیاں آخری درجہ کی تھیں جو کہ ہر ایک نہیں کرسکتا، لیکن حضرت ابراہیمؑ کی قربانیوں میں اللہ کی رضا طلبی کا جو جذبہ تھا کم از کم وہ اس جذبہ کی ظاہری نقل کرسکتا ہے، انہوں نے اپنے دل وجان سے قربانی دی، جو ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے، البتہ اس کی ظاہری نقل اپنے نفس کی قربانی، خواہشات کی قربانی، جان ومال کی قربانی کی یادگار ہے، جو ہر سال مکہ میں ظاہری شکل میں عمل میں لائی جاتی ہے، اور اس کی ادائیگی کا حکم ان لوگوں کو ہے جو وہاں حاضری کی استطاعت رکھتے ہوں اور عمر بھر میں کم از کم ایک مرتبہ ایسا کرنے کا حکم ہے، یہ اسلام کی چار بنیادی عبادتوں میں سے ایک عبادت ہے، اس سے دین وایمان میں ترقی ہوتی ہے، اس کا مقصود اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے، یہی حج کا مقصد ہے، یہی حج کا پیغام ہے، اور اللہ نے یہ صرف استطاعت والوں پر فرض کیا ہے، جس کے پاس بدنی ومالی طاقت ہو اسی کے لیے ضروری ہے، تاکہ تا قیامت مومن حضرات اپنی زندگی میں اپنے رب کے لئے جان ومال کی قربانی کا اسی طرح کا جذبہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے رہیں تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم قربانیوں کے جذبہ کی نقل ہوتی رہے اور یہ سنت سب کے دلوں میں زندہ رہے:

”آپ کہہ دیجیے کہ اللہ نے سچ بات فرمادی ہے، تو تم سیدھی راہ والے ابراہیم کے دین کی پیروی کرو اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے سب سے پہلا مکان جو لوگوں کے لیے وضع کیا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے (سب کے لیے) برکت والا اور سارے جہان کے لیے راہنما ہے اس میں کھلے ہوئے نشان ہیں (ان میں سے ایک) مقام ابراہیم ہے اور جو کوئی اس میں داخل ہوجاتا ہے وہ امن سے ہوجاتا ہے اور لوگوں کے ذمہ ہے حج کرنا اللہ کے لیے اس مکان کا (یعنی) اس شخص کے ذمہ جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے“۔

[سورہ آل عمران: ۹۵-۹۷]

عید الاضحی

عید الاضحیٰ اسی عبادت کی انجام دہی کی خوشی میں یوم شکر کے طور پر عطا ہوئی، اور رمضان کے روزوں کی انجام دہی کے شکر کے طور پر ملنے والے دن عید الفطر کے دو ماہ دس دن بعد آتی ہے، عید الفطر ایک ماہ مسلسل کھانے پینے اور اپنی مرضیوں اور خواہشوں کو اللہ کی رضا کے لیے کنٹرول کرنے کا عمل پورا کرنے کی خوشی میں ہوتی ہے، اور عید الاضحیٰ حضرت ابراہیمؑ کی قربانی اور جانسپاری کی یادوں کی سوغات لاتی ہے جو ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور میں پیش کی تھی، اور جو قربانی اور جانثاری کی شاندار مثال ہے، انہوں نے اللہ کی رضا کے لیے انتہائی قربانی کئی پہلوؤں سے دی تھی، اپنی جان کی محبت کی، بیوی کی محبت اور اپنے شیر خوار بچے کی محبت کی، اولاً اپنا محبوب وطن چھوڑا، پھر اپنے دو محبوب تعلق والوں یعنی بیوی اور اکلوتے بیٹے کو محض اپنے رب کے حکم کی بجا آوری میں ایک دور کے بے آب وگیاہ صحراء میں لے جا کر چھوڑا، اور جب ان سے اس کی بابت پوچھا گیا تو جواب دیا کہ اللہ کا حکم یہی ہے، اور یہ اس کے حکم کی تعمیل میں ہے، پھر سعادت مند نوجوان بیٹے کی گردن پر اپنی استطاعت کی حد تک چھری رکھ دی۔

ان کی ان عظیم قربانیوں کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور قیامت تک کے لئے اس کو زندہ جاوید اور یادگار بنادیا، اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اس قربانی کو ہمیشہ یاد رکھیں، اور اپنے آخری اور تا قیامت قابل اتباع قرار دیے جانے والے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ:

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ.

[سورہ نحل/۱۲۳]

”پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم کے طریقہ پر چلیے جو کہ بالکل ایک طرف کے ہورہے تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔“

اور قربانیوں کی ظاہری نقل کو عبادت بنادیا کہ ایمان اور فرمانبرداری والے سب ہر سال اس کی یاد منائیں اور اس کی قدر شناسی کے اظہار کا اہتمام کریں اور اس سے مشابہت رکھنے والی قربانی پیش کرکے ہمہ وقت اس قربانی کو اپنے ذہن ودماغ میں متحضر رکھیں، اور اس عظیم المرتبت انسانی شخصیت کے ساتھ اپنے تعلق وانتساب پر اللہ کا شکر ادا کریں، اس طرح یہ دن رب العالمین کے سامنے اپنی عبدیت اور بندگی کے اظہار اور اس میں اپنی کامیابی پر خوشی منانے کا دن ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کے اس آسمانی صحیفہ قرآن مجید میں تفصیل سے ملتا ہے۔

☆☆☆☆☆

عبدیت وعبودیت

عید الاضحیٰ، امت کی مرکزیت اور شیرازہ بندی

مولانا عبد الماجد دریابادیؒ

”لبیک اللّٰھم لبیک، لبیک لا شریک لبیک“ حاضر ہے، اے میرے آقا اور مولا! آپ کا یہ بندہ حاضر ہے، یہ گواہی دیتا ہے کہ آپ ہر طرح کی شرکت سے ماورا اور برتر ہیں۔

روحانیت کی دنیا میں بہار کا موسم آگیا، کعبہ اسلام کا جغرافیائی مرکز ہے، اس کے جشن کا دن آگیا، دور دور سے، یورپ سے اور پچھم سے، اتر سے دکھن سے کھنچ کھنچ کر قافلے پر قافلے چلے آرہے ہیں، بوڑھے بھی، جوان بھی، لاغر بھی، اور پہلوان بھی، گورے بھی، کالے بھی، عالم، فاضل، کامل بھی، نادان، ان پڑھ، جاہل بھی، پیدل اور سواریوں پر، اونٹوں اور موٹروں اور لاریوں پر، اسلامی قمری سال کے بارہویں مہینہ ذی الحجہ یا بقر عید کا پہلا ہفتہ آیا کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں کا جماؤ ہوگیا، مکہ کی گلیوں میں، حرم شریف کے لق ودق صحن اور بڑے بڑے دالانوں میں، لبیک لبیک کی صدائیں ہر طرف بلند، ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے، ہر پستی میں اترتے ہوئے، سواری پر سوار ہوتے ہوئے، مسجد کا رخ کرتے ہوئے، ہر طرف یہی ذکر، یہی فکر، احرام کی چادریں شانوں پر، توحید کے نعرے زبانوں پر، ۸ تاریخ سے لے کر ۱۳ تک، مکہ کی گلیوں، عرفات اور مزدلفہ میں حاجیوں کا ہجوم، تکبیر وتہلیل، طواف وقربانی کی دھوم، زائروں کا ازدحام، ابھی کوچ، ابھی مقام، صفا ومروہ کے درمیان لپکتے جاتے ہیں، دوڑتے جاتے ہیں، عرفات کے چٹیل میدانوں میں اپنے گناہوں کو یاد کرتے جاتے ہیں، گڑگڑاتے جاتے ہیں، کعبہ کے گرد گھوم رہے ہیں، چکر پر چکر لگا رہے ہیں، منیٰ میں قربانیاں کررہے ہیں، شیطان کے مجسموں پر کنکریاں برسا رہے ہیں، توحید کا کلمہ ہر حال میں پڑھتے ہوئے، رب کا نام ہر آن جپتے ہوئے، یہ احکام ہوئے مرکز تک پہنچ جانے والے خوش نصیبوں کے۔

”اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد“۔

بڑائی آپ میں ہے، صرف آپ میں ہے، کوئی آپ کے سوا معبود نہیں، کوئی آپ کے سوا مقصود نہیں، بڑے صرف آپ ہیں، آپ ہیں، کمالات ہر قسم کے جمع ہیں، صرف آپ کی ذات میں، آپ کی صفات میں، ۹ تاریخ کی فجر کی نماز سے یہ تسبیح شروع ہوگئی اور جاری رہے گی، اس کی گونج ہر فرض نماز کے بعد ۱۳ کی عصر تک، گویا ۲۳ نمازوں کے ساتھ اور دس تاریخ کی صبح کو سب چھوٹے بڑے مل کر عید کی نماز پڑھیں گے، شہر سے باہر عیدگاہ میں اور اس نماز میں بھی، ہر مرتبہ سے کئی کئی زائد تکبیر کہیں گے، جسم کی صفائی کے ساتھ، لباس کی ستھرائی کے ساتھ نماز پڑھنے جائیں گے، امیر وغریب، آقا وخادم ایک دوسرے کو گلے لگائیں گے، روح کی بالیدگی کے ساتھ، قلب کی [illegible] کے ساتھ واپس آئیں گے، اللہ کا نام پکارتے جائیں گے، توحید کی منادی کرتے آئیں گے، یہ کون بتائے کیا کیا مانگیں گے، کیا کیا پائیں گے، کیسی کیسی دولت اپنے ساتھ لائیں گے، پیسے والے قربانیاں کریں گے اور زبان کی لذتوں میں، خوان کی نعمتوں میں اپنے سے بھی پیشتر مفلسوں، غریبوں، عزیزوں، قریبوں کا حصہ نکال رکھیں گے، یہ آداب ہوئے مرکز سے دور عالم اسلام کے گوشہ گوشہ میں رہنے والوں، بسنے والوں کے، آج جشن ہے کعبہ کا، دین توحید کے مادری مرکز کا، اس میں شرکت سے محروم نہ پاس والے ہیں، نہ دور والے۔

کہتے ہیں کہ آج سے قبل، بہت قبل جہاں آج ملک عراق ہے، وہاں ایک ملک آباد تھا کالڈیا کلدانیہ نام کا، اپنے وقت کا مہذب اور متمدن، اس کے مہذب ترین اور متمدن ترین شہر اور پایہ تخت کا نام تھا اُور، اس کا پورا پتہ آج کے نقشہ میں چلاتا ہو تو عالم خیال میں خلیج فارس سے بغداد کی طرف چلیے، آپ چلے، لیجیے اب آدھا فاصلہ طے کرچکے، اب دریائے فرات آپ کے بائیں ہاتھ پر ہے، کوئی دس میل کے فاصلہ پر آپ اُور کے کھنڈروں میں پہنچ گئے، یہیں ایک شریف اور معزز گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا، نام ابراہیمؑ رکھا گیا، یا حسب روایت توریت پہلے ابرام اور پھر ابراہام ہسال پیدائش آرکیالوجی (اثریات) کے مشہور ماہر سر چارلس مارسٹن کی تحقیق کے مطابق ۲۱۶۰ قبل مسیح تھا یعنی آج سے ٹھیک چار ہزار ایک سو سال قبل۔

فنون لطیفہ میں نقاشی اور سنگ تراشی جو درجہ آج رکھتے ہیں وہی اس وقت بھی حاصل تھا کہ یہ فنون تو لوازم تمدن میں سے ہیں، مذہب شرک تھا، پرانی اصطلاح میں، یا خداؤں کا تعدد حال کی بول چال میں، اثریات عراق کے ایک اور ماہر سر لیونارڈ

ودلی کا بیان ہے کہ "اُور کا مذہب جلی ترین شرک تھا"، جن دیوتاؤں کے نام ہم تک پہونچے ہیں، ان ہی کی تعداد پانچ ہزار ہے۔

سنگ تراشی کو بت تراشی میں تبدیل ہوتے کیا دیر لگتی ہے، بچہ کے والد کا نام توریت میں آیا ہے تارح اور قرآن میں آذر، خود ایک بڑے آرٹسٹ (صناع) تھے اور خاص آرٹ یا صنعت سنگ تراشی اور بت گری تھی، پتھر کی مورتیں اس کاریگری، اس ہنرمندی سے بناتے کہ دیکھنے والے واہ واہ کرنے لگتے، بچہ کی فطرت سلیم تھی، جسم کی آنکھ نے یہ منظر دیکھا تو بغاوت کی ٹھان لی، روح کی آنکھ نے توحید کی جھلک دکھادی، ضمیر کی آسمانی قوت نے غیب کا اشارہ پا، زبردست روحانی انقلاب کی ٹھہرالی، اٹھے، بڑھے، بولے، پہلے ہنسے گئے، پھر ستائے گئے، ہٹائے گئے، وطن چھوڑ، رخ مغرب کی جانب کیا، شام پہونچے، فلسطین کی وادیاں طے کیں، مصر کی سرزمین چھانی، قدم اس ملک میں رکھا جو خشک تھا اور ایک ریگستان بے آب وگیاہ آسمانی روشنی کی ایک تڑپ نے نشاندہی کی، یہی تو وہ زمین ہے جس کے لیے ازل سے رشک آسمان ہونا، کائنات انسانی کا روحانی مرکز بننا طے ہو چکا ہے، سیاحی کے قدم رک گئے، مسافرت نے وطن گزینی کی شان پیدا کرلی، مصری بیوی شہزادی تھیں، ان سے صاحبزادے تولد ہوئے، نام اسمٰعیل رکھا گیا، پرورش لاڈ سے، پیار سے ہوئی، پلے بڑھے، بڑے ہوئے، باپ کے ہاتھ بٹانے، ماں باپ کے کام آنے لگے، اِدھر زمین پر یہ ہو رہا تھا، اُدھر باپ کو خواب میں حکم آسمان والے کا ملا کہ بیٹے کو ہماری راہ میں قربان کردو، یہ ٹھیک ہے کہ انسانی قربانی کا دستور اس وقت عام تھا، دیویوں اور دیوتاؤں کے استھانوں پر انسانوں کی بھینٹ آئے دن چڑھتی رہتی تھی، لیکن بیٹے اور اکلوتے بیٹے کی قربانی کس باپ نے کی تھی؟

فرمائش کس باپ سے ہوئی تھی؟ ابراہیمؑ مرحلے عشق ومحبت کے بہت سے طے کئے ہوئے اور کڑیاں عبدیت اور عبودیت کی بہت سی جھیلے ہوئے، امتحان کامیابی کے ساتھ بہت سے دیے ہوئے تھے، یہ آزمائش سب سے بڑی، سب سے کڑی تھی، ایسا امتحان تو صرف ایک موحد کا ہوسکتا ہے، یہ ہمت، یہ جیوٹ، یہ حوصلہ صرف ایک موحد ہی کرسکتا تھا۔

اللہ اللہ! قیامت کی تھی وہ گھڑی، جب بوڑھے یا اس وقت کی اوسط عمر کے حساب سے ادھیڑ عمر کے باپ نے اکلوتے نور نظر کو، نوجوان سبزۂ آغاز، لخت جگر کو زمین پر لٹایا، اپنی آنکھ پر پٹی باندھی اور چھری چلادی۔

ابراہیمؑ نے دعوے کا اعلان کیا تھا، کہا تھا اور جب کائنات کی ساری فضا مشرکانہ تھی، اس وقت کہا تھا کہ میں موحد ہوں، مسلم ہوں، میں اپنا سب کچھ سونپ چکا ہوں اپنے مالک ومولا کو، اپنے کو فنا کرچکا، میرا اپنا کچھ بھی نہیں، نہ جان اپنی، نہ اولاد اپنی، سب کچھ اسی پاک بے نیاز کی ہے، امتحان اسی دعوے کا تھا۔

چھری چلی، لیکن اسمٰعیلؑ کے حلقوم پر نہیں، ایک دنبہ کے گلے پر، امتحان عاشق صادق کا، بندہ مسلم وفرمانبردار کا ہو چکا، ایک دنبہ غیب سے لاکر اسمٰعیلؑ کی جگہ پر رکھ دیا گیا تھا، بشارت ملی کہ تمہاری قربانی قبول ہوگئی، اسی مقبولیت کی یادگار دنیا میں مستقل اور پائدار کردی جائے گی۔

جشن آج کعبہ کا ہو رہا ہے، یہ ہفتہ ہفتہ کعبہ منایا جارہا ہے، کیسے ممکن تھا کہ یاد تعمیر کعبہ کی دلائی جاتی اور معمار کعبہ کو بھلا دیا جاتا، ابراہیمؑ توریت اور قرآن دونوں کی زبان میں اللہ کے دوست اور خلیل، وہ تھے کہ انہوں نے اور ان کے جگر گوشہ اسمٰعیلؑ نے مل کر کعبہ کی دیواریں بنائی تھیں، بنیادیں اٹھائی تھیں، پتھروں کی ڈھلائی کی تھی، جڑائی کی تھی، عمارت جب تک زندہ ہے معمار بھی مردہ نہ ہونے پائے گا، نہ اس کا کام، نہ اس کا نام، روایتوں میں آتا ہے کہ واقعہ قربانی کے وقت حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر ۱۳ سال اور ان کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیمؑ کا سن ۸۶ سال کا تھا، یہ دونوں حساب اگر صحیح ہیں تو ۲۱۶۰ سے ۹۹ سال گھٹا دیجئے، اور واقعہ قربانی کی تاریخ آکر ۲۰۶۱ قبل مسیح ٹھہرتی ہے، یعنی آج سے چار ہزار ایک سو سال قبل۔

وہ دن ہے اور آج، کہ ادھر سال کی وہ قمری تاریخ آئی اور اِدھر ملت ابراہیمی کا نام لیوا مسلمان روئے زمین کے جس حصہ پر بھی آباد ہوا، قربانی کے جانور کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا، جانور اچھے سے اچھا ڈھونڈ کر لائے گا، جانور حرام نہ ہو، گندہ نہ ہو، اندھا نہ ہو، لولا، لنگڑا نہ ہو، حلال ہو، پاکیزہ ہو، تندرست ہو، بھلا چنگا ہو، جانوروں میں بھی شرافت کا ایک معیار ہوتا ہے، شریعت نے شرافت خاندانی صرف چند جانوروں کی معتبر مانی ہے اور وہ معروف ومعلوم ہیں، ان میں سب سے بڑا جانور اونٹ اور سب سے چھوٹا بکری، مسلمان انہیں اچھے داموں، اپنی حلال، پاکیزہ کمائی سے خرید کر لائے گا، کھلائے گا، پلائے گا، اپنے سے ہلائے گا اور جب وقت آجائے

گا تو بیدردی اور خشونت سے نہیں، عبدیت اور عبودیت کے جذبہ سے مغلوب ہوکر، اپنے اور اس کے دونوں کے خالق ومالک کو یاد کرکے، یہ کہتے ہوئے اسے زمین پر قبلہ رو لٹائے گا کہ اے ہمارے مالک ومولا! قبول کر ہماری قربانی، جس طرح تو نے قبول کی قربانی اپنے خلیل ابراہیمؑ کی۔

مبارک وہ انسان جو دور کا بہت دور کا بھی، تشبہ پیدا کرسکے، ابراہیم خلیلؑ سے۔

مبارک تر ہے وہ قربانی کا جانور جو برائے نام سہی، کوئی نسبت تو قائم کرسکے اللہ کے ذبیح اسمٰعیلؑ سے۔

گلے پر چھری پھیرتا جائے گا اور کہتا جائے گا:

﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴾ میری ساری توجہ کا مرکز، میری ساری عبودیت کا قبلہ، تو اے قبلہ حاجات صرف آپ ہیں، زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے مجھے اور کسی سے غرض کیا؟ میں اپنا رشتہ تو سب سے توڑے ہوئے ہوں، صرف آپ سے جوڑے ہوئے ہوں، اس وقت بھی نیت صرف آپ سے تقرب کی ہے، تعمیل آپ ہی کے حکم کی ہے، عید قرباں یادگار ہے، دنیا کے اول المسلمین کی، ایک قدیم ترین موحد کے ایثار کی، حق ہے کہ توحید کا رنگ جھلکے، اس کی ایک ایک شان سے، اس کی ہر ہر آن سے، اسلام کی جنتری میں جشن صرف دو ہیں، عید اور بقرعید، اور دونوں کا مقصد ہے امت کی مرکزیت اور شیرازہ بندی، ایک یادگار ہے نزول قرآن کی، دوسری یاد دلاتی ہے کعبہ کی تعمیر کو، کعبہ کے معمار کو۔

☆☆☆☆☆

ندوۃ العلماء میں پروفیسر سید عبدالباری کے انتقال پر ایک تعزیتی نشست

ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی صدارت میں دفتر معتمد تعلیم ندوۃ العلماء میں پروفیسر سید عبدالباری کے انتقال پر ایک تعزیتی نشست ہوئی، صدر جلسہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے پروفیسر سید عبدالباری کے انتقال پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کیا اور ادبی، ملی اور تعلیمی میدان میں ان کی خدمات کو سراہا۔ حضرت والا نے اپنی تعزیتی گفتگو میں مرحوم کی خدمات اور خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم کا عالمی رابطہ ادب اسلامی سے بڑا گہرا تعلق تھا، اس کے سیمیناروں میں وہ پابندی سے شریک ہوتے تھے، کئی پرچوں کی ادارت کی اور اس کے ذریعہ ادب اسلامی کو فروغ دیا، عالمی رابطہ ادب اسلامی کے سلسلہ میں ان سے تعاون لیا جاتا تھا، مرحوم نے اپنی ادبی تحریروں کے ذریعہ نئی نسل کی ذہن سازی کی اور نوجوانوں میں ادب اسلامی کو فروغ دیا۔

حضرت مولانا نے کہا کہ ابھی چند روز قبل پروفیسر شاہ عبدالسلام کا انتقال ہوا، جن کا تعلیم وتدریس وادب کے میدان سے تعلق تھا، اسی طرح دارالعلوم ندوۃ العلماء میں کلیۃ الشریعۃ واصول الدین کے عمید مولانا محمد زکریا سنبھلی ندوی کے چچازاد بھائی کے انتقال پر بھی اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کیا، اور کہا کہ ان تینوں حضرات کے جانے سے جو خلا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تلافی کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی نیکیوں کا اور ان کی دینی وملی خدمات کا بہترین صلہ عطا کر فرمائے۔

ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیم مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی نے پروفیسر سید عبدالباری کے انتقال پر گہرے رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی وفات کو ملت اسلامیہ کے لئے خسارہ قرار دیا اور کہا کہ مرحوم کا عالمی رابطہ ادب اسلامی سے گہرا تعلق تھا، مرحوم سے رابطہ کے سمناروں میں متعدد بار جدید ادبی اور فکری رجحانات پر تبادلہ خیال ہوا، مرحوم بزرگان دین کا بڑا احترام ملحوظ رکھتے تھے، مرحوم قدیم وجدید دونوں مکاتب فکر سے واقف تھے، اسی لیے ان کی ممتاز صفت جامعیت تھی۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے مرحوم سے اپنے تعلق کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم سے میرا گہرا ربط تھا، رابطہ کے جلسوں میں [illegible] ہوتے تھے، اپنی تحریر وتقریر سے بڑا فائدہ پہنچایا، جماعت اسلامی سے بھی تعلق تھا۔ مولانا محترم نے شاہ عبدالسلام کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم کے والد شاہ ابوالقاسم ندوہ میں استاد تھے، امریکہ سے آنے کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبہ عربی سے وابستہ رہے، انجمن اصلاح المسلمین کے سکریٹری رہے، اور دیگر اداروں سے بھی ان کا تعلق رہا، اللہ تعالیٰ ان حضرات کی مغفرت فرمائے۔

مولانا نذر الحفیظ ندوی عمید کلیۃ اللغۃ العربیۃ وآدابہا دارالعلوم ندوۃ العلماء نے بھی مرحوم سے اپنے گہرے روابط کا تذکرہ کیا اور ان کی ادبی، اصلاحی اور دینی خدمات کو سراہا اور کہا کہ مرحوم کو ملی اور تعلیمی کاموں کی بڑی فکر رہتی تھی، مرحوم بڑے شریف النفس، متواضع اور نوجوانوں کی تربیت کے لیے فکرمند تھے، کئی پرچوں کے ایڈیٹر تھے، موجودہ وقت میں پیش رفت اور اتحاد کے ایڈیٹر تھے، نڈر اور بیباک تھے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھتے تھے، مولاناؒ سے دو انٹرویو لیے جو بہت مشہور ہوئے، عہد حاضر میں طاقت ور تحریر لکھنے والوں میں شمار ہوتا تھا، عالمی رابطہ ادب اسلامی سے بڑی دلچسپی تھی اور ادب اسلامی کی ترجمانی کرتے تھے، وفات سے پہلے مصر کے موجودہ حالات سے بہت بے چین تھے۔

جلسہ میں ان حضرات کے علاوہ مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی ناظر عام ندوۃ العلماء، مولانا عبدالعزیز بھٹکلی ندوی، مولانا عبدالقادر پٹنی ندوی، مولانا محمد زکریا سنبھلی ندوی، مولانا سید سلمان حسینی ندوی اور دیگر حضرات شریک ہوئے، تعزیتی نشست کا اختتام حضرت ناظم ندوۃ العلماء کی دعا پر ہوا۔

☆☆☆

نعرۂ توحید

اسوۂ ابراہیمی اور شیوۂ آزری

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام دنیا میں اس وقت آئے جب معصیت کا بازار ہر طرف گرم تھا، گھر سے لے کر باہر تک ساری دنیا صرف ایک کام میں مشغول تھی، اور وہ تھا بت سازی اور بت پرستی کا کاروبار، خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ آزر بت پرست ہونے کے ساتھ ہی ایک بڑے ماہر بت تراش اور اپنے زمانے کے فنکار بھی تھے، پورا ماحول اسی بت سازی اور بت پرستی کی لعنت میں گرفتار تھا، انسان کی معراج ہی یہ تھی کہ کم از کم اگر وہ بت ساز نہیں ہے تو بت پرست ضرور ہو، اس وبا نے تمام انسانوں کو بری طرح گھیر رکھا تھا، اور ہر شخص اپنے حقیقی ماحول سے دور بہت دور ایک ایسی خاردار وادی میں بھٹک رہا تھا جہاں بجز معدہ و مادہ کے کسی اور بات کا گذر نہ تھا، اور لوگ اس کے علاوہ کسی اور چیز سے آشنا بھی نہیں تھے۔

حرص وہوس سے جکڑے ہوئے اسی ماحول میں ابراہیم علیہ السلام نے آنکھ کھولی، انہوں نے اپنی حقیقت آشنا نگاہوں سے اس گھٹتے ہوئے انسان کو دیکھا جو اپنی ساری صلاحیتوں کو پتھر اور لکڑی پر صرف کر رہا تھا، انہوں نے ایک بے جان اور بے حس وحرکت بت کے سامنے لوگوں کو اپنی پیشانیاں لگاتے ہوئے دیکھا، انہوں نے اس محدود اور مقید ذہن کو دیکھا جو ایک تنگ دائرے کے ارد گرد گھوم رہا تھا، اور جس کا مطمح نظر صرف معدہ تھا، اور مادہ پرستی کی ایک گھناؤنی شکل جس کا مرکز توجہ والتفات تھی۔

یہ ساری باتیں انسان کے فطری وظیفہ کے بالکل خلاف تھیں اور دوسرے الفاظ میں انسانی فطرت سے جنگ کے مرادف تھیں، ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خداداد صلاحیت اور اپنی فطری قوت سے ان تمام مادی طاقتوں کو چیلنج کیا، یا انہوں نے بت پرستی اور بت سازی کی مخالفت کی، انہوں نے حرص وہوس کی اندھی تقلید پر احتجاج کیا، اور انہوں نے اس غیر حقیقی ماحول کے خلاف اعلان جنگ کیا اور اپنے باپ آزر کو اس بے راہ روی سے باز رہنے کی فہمائش کی، اور قرآن مجید کی زبان میں ابراہیم علیہ السلام نے صاف صاف کہا:

وَإِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا، يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا، يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ، إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا، يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا. [مریم: ۴۲-۴۵]

"جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے "جو کہ مشرک تھا" کہا کہ اے میرے باپ! تم ایسی چیز کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آسکے۔ اے میرے باپ! میرے پاس ایسا علم پہنچا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا، تو تم میرے کہنے پر چلو، تم کو سیدھا راستہ بتاؤں گا، اے میرے باپ! تم شیطان کی پرستش مت کرو، بیشک شیطان رحمٰن کی نافرمانی کرنے والا ہے، اے میرے باپ! میں اندیشہ کرتا ہوں کہ تم پر رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب نہ آپڑے، پھر تم (عذاب) میں شیطان کے ساتھ ہو جاؤ۔"

ابراہیم علیہ السلام کی یہ صاف گوئی اور ان کا اعلان حق آزر کی بت ساز طبیعت کو چیلنج نہ کرسکا، اور وہ اس غیر حقیقی ماحول کو چھوڑ کر اپنے بیٹے کی بات سننے اور ماننے پر کسی طرح تیار نہ ہوا، اور اس نے صاف صاف کہہ دیا:

قَالَ أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ، لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا. [سورۂ مریم/۴۶]

"باپ نے جواب دیا کہ تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہو، اے ابراہیم! اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تم کو پتھروں سے سنگسار کر دونگا اور ہمیشہ کے لئے مجھ سے برکنار رہو۔"

لیکن ابراہیم علیہ السلام ہر طرح کی دھمکی اور خطرے سے بے پروا اپنے کام میں مشغول رہے اور فطرت کے اصول کے سامنے انہوں نے کسی ایسے تصور کو ماننے یا اس کے قبول کرنے سے قطعاً انکار کر دیا جو انسان کو انسان ہی کے آگے نہیں بلکہ پتھروں اور بے حس وحرکت مجسموں کے سامنے جبین نیاز جھکانے پر آمادہ کرے، وہ اس مصنوعی اور بے جان ماحول میں ایک اجنبی تھے، لیکن ان کے ایمان کی طاقت نے اپنے زمانے کی بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکر لی اور پوری آبادی کے خلاف ان کی آواز اس وقت اٹھی جبکہ ہر طرف سے خطرات ان کو گھیرے ہوئے تھے، اپنے اور پرائے ان کے دشمن ہو چکے تھے۔

ابراہیم علیہ السلام نے ہر خطرہ کو دعوت دی اور

ہر مخالفت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوئے، آگ کے دہکتے ہوئے شعلوں میں اپنی جان عزیز کو فنا کر دینے میں انہوں نے ذرا بھی تأمل نہیں کیا، جس کا انجام یہ ہوا کہ مخالفین پسپا ہو گئے، دشمن شکست کھا گئے اور آگ کے دہکتے ہوئے شعلے گل وگلزار بن گئے، یہ ابراہیم علیہ السلام کے ایمان کی وہ لازوال اور غیر فانی طاقت تھی جس کے سامنے دنیا کی ہر بڑی طاقت شکست خوردہ تھی اور جس نے اپنے زمانے کے جابر اور صاحب سطوت بادشاہ کے سامنے اس شانِ بے نیازی کا مظاہرہ کیا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں مفقود ہے۔

اس آزری ماحول کو جنم دینے اور اس غیر حقیقی معاشرہ کو برپا کرنے میں جس چیز کو سب سے زیادہ دخل تھا وہ اسباب ووسائل کے پیدا کرنے والے سے قطع نظر کر کے اسباب ووسائل پر مکمل اعتماد تھا، اسباب ہی معبود وکارساز سمجھے جانے لگے تھے اور وسائل ہی پر زندگی کی ساری عمارت قائم تھی، اللہ تعالیٰ نے اس دور کے انسانوں کو متنبہ کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے اسباب وعلل کی بے بسی کا راز افشا کرنا چاہا اور یہ بتایا کہ ان وسائل کے بغیر بھی انسان کس طرح بلند سے بلند مرتبہ پر پہونچ سکتا ہے اور وہ کس طرح بڑے سے بڑے خطرے کا مقابلہ کر سکتا ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی اور زندگی کے ہر ہر گوشے میں یہ پہلو اس قدر نمایاں ہے کہ ہر موقع پر اس کا اظہار ہوتا ہے، خواہ وہ آتش نمرود ہو یا وادیٔ غیر ذی زرع کے تپتے ہوئے ریگستان، بے یار ومددگار بیوی کی بے تابی اور شدت انتظار ہو یا شیر خوار بچے کی پیاس کی بے چینی ہو، ظالم وجابر بادشاہوں کی نظر حرص ہو یا پوری قوم اور برادری کی شدت عداوت کا عالم ہو، آپ جدھر بھی نظر ڈالئے وسائل و اسباب کا فقدان اور بے یاری وبے بسی، عجز وتہی دستی ہر جگہ نمایاں اور صاف نظر آئے گی، لیکن اس کے باوجود ہر موڑ پر کامیابی اور سخت سے سخت آزمائش میں ایک غیبی مدد اس طرح ساتھ ساتھ دکھائی دے گی کہ اسباب ووسائل کی اس دنیا میں اس کی کوئی قیمت نہیں۔

ابراہیم علیہ السلام صرف ایک ماحول یا ایک قوم اور معاشرہ کے باغی نہیں تھے بلکہ وہ اس زمانے کے باغی تھے جو اپنا حقیقی راستہ بدل کر وسائل کی راہ پر گامزن تھا اور اسی کو اپنی معراج اور حقیقی کامیابی کا راستہ سمجھ رہا تھا، انہوں نے آکر اعلان کیا کہ اے اہل زمانہ! تم نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ تمہاری خودی اور تمہارے مرتبہ کے کسی طرح شایان شان نہیں ہے، تم اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے بت سازی وبت پرستی میں مشغول ہو، تم انسان ہو کر ان مجسموں کے سامنے جھکتے ہو جو تم کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہونچا سکتے، بلکہ وہ ہر وقت تمہارے ہی محتاج رہتے ہیں، ان پر ایک مکھی بیٹھ جائے تو اس کو اڑانے کی بھی طاقت جس معبود کے اندر نہ ہو وہ بلاشبہ باطل وناحق ہے، اور اس سے لو لگانا، اس کے سامنے جبین نیاز جھکانا تمہاری سخت توہین ہے، اور تمہاری جبین امتیاز پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہزاروں سال پہلے جن خود ساختہ معبودوں اور خانہ ساز اصولوں کو توڑا تھا، آج دنیا پھر انہیں معبودوں اور انہیں اصولوں کی پیروی کر رہی ہے، تاریخ نے گویا اپنے آپ کو دہرایا، اور آزر کی صنعت کو آج پھر فروغ حاصل ہوا ہے، وسائل واسباب کے سامنے آج عجز وعبادت کا سر خم ہو رہا ہے، کارساز حقیقی سے بے تعلق اور فنا ہو جانیوالے اسباب پر کامل توکل اور بھروسہ، آج کی دنیا کا اصول بن چکا ہے۔

یہ آزری فتنہ جب بھی دنیا میں فروغ پائے گا اور وہ محدود وتنگ ماحول جہاں بھی قائم ہوگا وہی لعنتیں اس کے ساتھ آئیں گی، معیار بدل جائے گا، ذہنی توازن متغیر ہو جائے گا، گناہوں، لذتوں اور شہوات نفس کو اخلاقی قدروں کا درجہ دے دیا جائے گا، ہر بے اصولی اور فطرت سے بغاوت کو فن اور صنعت کا لباس پہنا دیا جائے گا، اور انسان نہ صرف انسان کے آگے جھکنے لگے گا، بلکہ وہ گناہوں کی عبادت، نفس کی پرستش، رذالت وکمینگی کو فروغ دینے کے لئے اپنے سارے امکانات کو صرف کرنے کی پیہم کوشش میں لگ جائے گا، اور انسانیت دم توڑتی ہوئی نظر آئے گی۔

فتنہ آزری آج سے ہزاروں سال پہلے پیدا ہوا تھا، لیکن آج پھر وہ تازہ دم ہے اور ساری دنیا کو اپنے تیز رو سیلاب کی زد میں لے چکا ہے، اگر پہلے ایک آزر تھا تو آج ہزاروں لاکھوں آزر پیدا ہو چکے ہیں، آج کے آزروں کی اولاد مارکس واسٹالن، خروشچیف وبلگانن ہیں، اگر اس آزر نے سنگسار کرنے کی دھمکی دی تھی تو آج کے آزر لاکھوں ابراہیمیوں کو گولی کا نشانہ بنا چکے ہیں اور دار کے تختوں پر لٹکا چکے ہیں، اور آزر کا طوفان اتنا بلا خیز نہیں تھا جتنا اس کے متبعین اور آج کے آزروں کا ہے۔

پورے ہجری سال میں سب سے زیادہ ابراہیمی یادگاروں کا جو زمانہ ہے وہ ذی الحجہ کا مہینہ ہے، جس میں ابراہیم علیہ السلام کی متعدد یادگاروں اور مختلف آزمائشوں کو ہم یاد کرتے ہیں اور ان کی

اجاع میں ہم بھی خدا کے حضور اپنی معمولی قربانی پیش کرنے کی جرأت کرتے ہیں ، بلاشبہ ہماری قربانیاں، صفاومروہ کے درمیان ہماری سعی اور اس گھر کا طواف جس کو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا تھا یہ سب کچھ بہت ضروری اور ان کو انجام دینے والا خوش قسمت اور باعث صد مبارکباد ہے اور ان سے انکار کرنیوالا قابل عتاب وملامت بلکہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

لیکن اس اعتراف کے باوجود یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ محض رسمی طور پر ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی پیروی کرلینا اور ان کی یادگار میں شریک ہولینا اور سال میں عیدالاضحیٰ کے موقع پر ایک جانور کی قربانی دیدینا کافی نہیں، اور نہ اس سے اس طوفان کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے جس کا مقابلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے زمانے میں کیا۔

اس وقت دنیا مادیت کے سامنے اسی طرح سربسجود اور اسباب ووسائل کی پرستش میں اسی طرح مشغول ومنہمک ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھی، بلکہ آج اس مادیت کا دھارا پہلے سے زیادہ تیز ہے، پہلے مٹی اور پتھر کے بت پوجے جاتے تھے، لیکن آج سونے چاندی کے بت، اور تہذیب وتمدن کے بت، اور قومیت ووطنیت کے مجسموں کی پرستش میں دنیا پوری طرح ڈوبی ہوئی ہے اور مختلف ناموں سے نفس کی پرستش میں لوگ مصروف ہیں، کبھی فن اور آرٹ کے نام سے نفس کی پوجا ہورہی ہے تو کبھی خدمت اور ترقی کے نام سے بت پوجے جارہے ہیں، اور کہیں علم وادب کا سائن بورڈ لگا کر مادیت کے سیلاب کو آگے بڑھایا جارہا ہے۔

آج کی ترقی یافتہ دنیا میں ہر چیز کی شکل بدل گئی ہے اور ہر پہلو سے آزری فلسفوں کی خدمت ہو رہی ہے، یہ وہ وقت ہے جبکہ ابراہیم علیہ السلام کے پیروؤں کو بت شکنی کے لئے کمربستہ ہونا چاہئے، آج ابراہیم جیسا ایمان، ابراہیم کی سی جرأت وہمت اور ابراہیم جیسا اخلاص چاہئے، جو مادیت کے فلسفوں میں جکڑی ہوئی اور دم توڑتی ہوئی انسانیت کا مداوا کرسکے اور اس کو بچاسکے۔

آج اسی بت شکن، بہادر اور مردمومن جری اور مخلص ابراہیم کی ضرورت ہے جس نے اپنے نفس ایمانی سے آزر کے جادو کو توڑا، اور اپنے اخلاص وعمل کے جذبہ سے آزر کے بت کدہ کو ٹھنڈا کیا، اس بت کدہ میں آج پھر بہت سے بت جمع ہوگئے ہیں اور ان کو توڑنے کے لئے ایک ابراہیم کی ضرورت ہے، لیکن بجز ابراہیم علیہ السلام کے پیروؤں کے اور کون ہوسکتا ہے جو اس مہم کو انجام دے اور ابراہیمی سنت کو پھر سے زندہ کرکے انسانیت کا خراج حاصل کرے۔

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید ودیدہ زیب طباعت

☆ سمرقند وبخارا کی بازیافت

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے سفر روسی ترکستان کی معلومات افزا روداد۔

از حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

صفحات: ۸۸ قیمت: ۶۰

☆ جزیرۃ العرب

جغرافیہ، تاریخ، تہذیب وثقافت

از حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

جزیرہ نمائے عرب جس کا مرکزی خطہ علاقہ حجاز ہے، جہاں سے اسلام کی اولین شعاعیں نکلیں، یہ کن خطوں پر مشتمل ہے، عصر اول میں ان کی کیا خصوصیات رہی ہیں، ان سب باتوں کا جغرافی اور ثقافتی جائزہ۔

چوتھا ایڈیشن اہم اضافوں اور ترمیمات کے بعد

صفحات: ۳۹۲ قیمت: ۱۵۰

نوٹ: طلباء کے لیے خصوصی رعایت

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوۃ العلماء کیمپس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

Ph No.: 0522-2741539 - Mob No.: 9889378176

Email.airpnadwa@gmail.com

خطبۂ حج

دور حاضر کے چیلنجوں کا مقابلہ اتحاد واتفاق سے ہی ممکن

شیخ عبدالعزیز آل شیخ

میدان عرفات میں واقع مسجد نمرہ میں سعودی عرب کے مفتی اعظم نے حجاج کے لاکھوں کے دینی وروحانی مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

عہد حاضر کے چیلنجوں اور مشکلات کا مقابلہ صرف اتحاد ویکجہتی پر قائم رہ کر ہی کیا جاسکتا ہے، ہم ایمان پر چلیں گے تو دنیا کی کوئی طاقت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی، اسلام قتل وغارت اور دہشت گردی کی مذمت کرتا ہے، کرۂ ارض پر فساد کے منصوبے بنانے اور معصوم انسانوں کو نقصان پہنچانے والوں کا دین سے کوئی تعلق نہیں، وہ انبیاءؑ کی تعلیمات سے انحراف برت رہے ہیں، نوجوانوں کو بہکانا اور انہیں تشدد کی ترغیب دینا اسلامی تعلیمات کے برعکس ہے۔ حجاج کثرت سے اللہ رب العزت کے حضور یہ دعا کریں کہ اسلام کا کلمہ سربلند اور دشمن کے عزائم ناکام ہوں، اسلام کے عادلانہ نظام پر اس کی روح کے مطابق عمل کیا جائے تو دنیا سے بے روزگاری اور غربت کا خاتمہ ہوجائے گا، اللہ ہمیں ایسی قیادت عطا فرمائے جو ہماری صحیح سمت میں رہنمائی کرسکے۔

اللہ رب العالمین نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تخلیق کا مقصد مجموعی طور پر یہ بتایا کہ اس کی آزمائش کی جائے کہ وہ کس طرح اپنے مالک کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے، انہوں نے کہا کہ نبی آخرالزماں کی لائی ہوئی شریعت میں انسان کے روحانی ومادی تقاضوں کا خیال رکھا گیا ہے، اللہ، اس کے رسولوں اور قضاء وقدر پر بھی ایمان لانے کا حکم ہے، اللہ واحد اور صمد ہے، وہی عزت اور ذلت دینے والا ہے، تمام احکام دینے کا اختیار اسی کے پاس ہے، وہ اس کائنات کا خالق، اور تمام صفات کا مالک ہے۔

عقیدۂ توحید کی یہ خصوصیات اور تفصیلات اللہ کی کتاب اور سنت رسولؐ میں پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہیں، آپؐ جو نظام زندگی لائے اس پر زندگی گزارنے سے دنیا وآخرت کی کامیابیاں ملتی ہیں، آپؐ کی عطا کی ہوئی شریعت سے انسانوں کے درمیان عقیدۂ الفت ومحبت پیدا ہوتا ہے، تمام انسانوں کو ایک دوسرے کا احترام کرنا چاہیے، اور ایک دوسرے سے محبت کرنی چاہیے، اسلام صرف ایک نظریاتی دین نہیں بلکہ اس کی عملی اہمیت ہے، جو شخص فرض نمازوں کی پابندی کرتا ہے اور ساتھ ساتھ نفلی عبادات کرتا ہے وہ اللہ کی محبت پالیتا ہے، اس کی تفصیلات کتاب وسنت میں پوری تفصیل سے موجود ہیں۔

اگر کسی نے اپنی طرف سے دین میں تحریف کی یا اپنی طرف سے باتیں داخل کیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے، آپ تہجد، نوافل اور عبادات کا اس عاجزی اور تواضع سے اہتمام فرماتے کہ آپؐ کے قدم مبارک سوج جاتے، آپؐ نے فرمایا کہ میں اللہ کا شکر کیوں ادا نہ کروں۔

اسی طرح اسلام کے زکوٰۃ کے نظام کی بھی بڑی اہمیت ہے، ان تمام عبادات کا ہماری زندگیوں پر اثر بھی ہونا چاہیے، نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے، اس طرح باقی عبادات کا ہماری زندگیوں پر یہ اثر ہونا چاہیے کہ ہمارے آپس کے معاملات درست ہوں اور ایک دوسرے سے دھوکہ نہ کریں، ہمیں حرام روزی اور حرام رزق سے بچنا چاہیے، یتیموں کے حقوق کا خیال رکھنے کا حکم ہے اور اپنی دولت کو حرام کاموں میں خرچ کرنے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے، انہوں نے کہا کہ جو صاحب ثروت اور صاحب مال ہیں وہ ان لوگوں کا خیال رکھیں جو رزق کے معاملے میں پیچھے رہ گئے ہیں۔

دوفریق آپس کے معاملہ کا خاتمہ کرنے کے لیے خوشدلی کا مظاہرہ کریں تو اللہ کی رحمتوں سے مالامال ہوں گے، اسی طرح نکاح کے علاوہ خواہشات پوری کرنے کی سختی سے ممانعت ہے، اگر خاندانی نظام بکھر جاتا ہے اور اس کو ہم اپنے ہاتھوں سے تباہ کردیں گے تو پوری امت بکھر جائے گی اس کو ٹھیک کرنا مشکل ہوجائے گا، اولاد کی تربیت، شوہر اور بچوں کے حقوق سے متعلق تعلیمات بھی ہمارے دین نے ہمیں عطا کی ہیں، ہر شخص کو اس کے بداعمالیوں کی سزا ملے گی، اسلام کا نظام معاشرت مجموعی طور پر نظام عدل پر مبنی ہے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو چھوڑنے سے بھی معاشرہ انتشار کا شکار ہوجائے گا، اللہ ورسول کی اطاعت امت کے افراد پر فرض ہے، اخلاق کا فروغ اور بہترین سلوک کو قائم کرنا شریعت کے مقاصد ہیں۔

چغل خوری، عیب جوئی، بدگمانی اور دیگر

برائیاں انسان کو تہذیب وتمدن سے دور کردیتی ہیں، دین اعتدال پر مبنی ہے، اللہ کے رسول کو ایسی شریعت دی گئی جس میں انسانیت کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے، اسلام میں تشدد کی ممانعت کی گئی ہے، اسلام کی میانہ روی کی تعلیم ہی یہی ہے کہ اس کا تعلق اپنے رب سے قائم ہو اور ساتھ ساتھ اس کو جسمانی وروحانی تقاضے حلال طریقے سے پورے کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اسلام نے عقل کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ تفکر اور تدبر پر زور دیا ہے تاہم یہ وحی کی رہنمائی میں ہونا چاہیے، وحی ایسا علم ہے صحیح عقل وتدبر اس کے خلاف نہیں جاتی، اسلام کی تعلیمات کو زمان ومکان کے مطابق تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ یہ تعلیمات حق اور عدل کے فروغ کا باعث اور ابدی ہیں۔

ہمیں اپنے رویے میں نرمی پیدا کرنی چاہیے اور خرید وفروخت میں سختی اختیار نہیں کرنی چاہیے، ایسے لوگوں کے لیے اللہ کے نبیؐ نے رحمت مانگی ہے، اسلام کے تصور رحمت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہمارے دل ایک دوسرے سے جڑے ہوں اور ایک دوسرے کے لیے کینہ اور نفرت کے جذبات نہ ہوں۔

جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس کا ٹھکانہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم ہے چنانچہ اسلام کی روح کے مطابق روئے زمین پر امن قائم کیا جائے، امن ہوگا تو مساجد کی تعمیر ہوگی اور اللہ کی عبادت ہوگی، اہل ایمان کے لیے اللہ کا فرمان ہے کہ وہ زمین پر خوف کی کیفیت کو امن سے بدل دیں۔ انہوں نے کہا کہ جو امت یا قوم شکر کو چھوڑ دیتی ہے اس ... مثال ایسی بستی کی ہے جس کو خوف اور بدامنی میں مبتلا کردیا گیا ہو، آپؐ کی رسالت تمام ادیان اور پیروکاروں کے لیے ہے،

اس دین کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ہر زمانے کے لیے اور آفاقی ہے، صدیوں سے انسانوں کی ہدایت کا سلسلہ جاری ہے، اللہ کی شریعت انسانی فطرت کے عین مطابق ہے، عبادات کا اثر ہماری زندگیوں پر بھی ہونا چاہیے، آج بھی اسلام کے عادلانہ نظام پر عمل کیا جائے تو دنیا کے اندر ایسا نظام قائم ہوجائے گا جو بے روزگاری اور غربت کا خاتمہ کردے گا بشرطیکہ اس کو اس کی روح کے مطابق نافذ کیا جائے، اسلام نے صرف خوشحال لوگوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے نہیں بلکہ تمام طبقات کو حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے، اسلام نے ہر طرح کے تعصبات اور فساد پھیلانے کی مذمت کی ہے، اللہ تعالیٰ نے انسانی حقوق کا احترام کرنے کا حکم دیا ہے، اسلام ہر طرح کی قتل وغارت گری اور دہشت گردی کی مذمت کرتا ہے، اسلام امن اور ایمان کا نام ہے لہٰذا مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے دین کی روح کو سمجھے اور تمام تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرے، جب ہم ایمان پر چلیں گے تو کوئی بھی ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا، اپنے ایمان کی اپنے عمل سے نفی کریں گے تو فلاح نہیں ہوگی، ایمان کے دعوؤں کے ساتھ اپنے مسلمان بھائی کا خون بہاتے ہیں، ایمان کے دعوے کے ساتھ کمزوروں سے زیادتیاں کرتے ہیں، نوجوانوں کو فسادات کی طرف مائل کرتے اور اصل راستے سے ہٹاتے ہیں، فساد، نوجوانوں کو بہکانے اور تشدد کی تعلیمات دینا دینی تعلیمات کے برعکس ہے، اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کے نظام اخلاق کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اپنایا جائے، جو لوگ کرۂ ارض پر فساد کے منصوبے بناتے ہیں اور معصوم انسانوں کو نقصان پہنچاتے ہیں وہ اپنے انبیاء کی تعلیمات سے انحراف برت رہے ہیں، ان کا تعلق دین سے نہیں ہے۔

امت کے پیروکار اور دین پر چلنے والے اپنی نجی واجتماعی زندگیوں میں دینی تعلیمات پر کاربند رہیں اور ایک دوسرے سے اخوت ومحبت سے پیش آئیں، دور حاضر کے چیلنجوں کو سمجھنا ہم سب کے لیے ضروری ہے، ان چیلنجز اور اس دور کی مشکلات کا مقابلہ صرف اتحاد سے ہی کیا جاسکتا ہے، ہم سب کو ایک دوسرے سے جڑنے والا بننا چاہیے۔

ایک ملک کو دوسرے ملک کے خلاف اکسایا جارہا ہے، ایک جگہ رہنے والوں کو دوسری جانب دھکیلا جارہا ہے، اس کو ہم صرف متحد ہوکر ہی روک سکتے ہیں، حجاج کثرت سے اللہ کا ذکر کریں جو لوگ اس میدان میں پہنچے ہیں، اللہ نے ان کے لیے آسانی پیدا کی ہے، حج کے بڑے مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ ہم اسلام کے عقیدۂ توحید کو سمجھیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ابراہیمؑ کے لیے اس مقام کو پسند کیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے، اس لیے ان شعائر کی تعظیم ہونی چاہیے، ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ ہمارا کلمہ سربلند اور دشمنوں کے عزائم ناکام ہوں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں کو آپس میں جوڑ دے جو قتل وغارت گری اور فساد ہمارے معاشروں میں پھیل چکا ہے اللہ اس کو ختم کرے، اللہ ہمیں ان کاموں کی طرف راغب کرے جن سے وہ خوش ہوتا ہے، اللہ ہمیں جہنم کے عذاب سے بچائے، اللہ ہمیں ایسی قیادت عطا فرمائے جو ہماری صحیح رہنمائی کرسکے۔

☆☆☆☆☆

قدسی صفات

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جنگ خندق کے موقع پر میں قلعہ سے نکل کر باہر پھر رہی تھی کہ عقب سے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی، مڑ کر دیکھا تو سعدؓ اپنے بھتیجہ حارث بن اوسؓ کے ساتھ ہاتھ میں ڈھال لیے جوش کی حالت میں بڑی تیزی سے بڑھے جارہے تھے اور یہ شعر زبان پر جاری تھا ؎

البث قليلًا يدرك الهيجا حمل
ما أحسن الموت اذا حان الأجل

(ذرا ٹھہر جانا کہ لڑائی میں ایک اور شخص پہنچ جائے، جب وقت آگیا تو موت کا جام پینے میں کیا مضائقہ)

حضرت سعدؓ کی زرہ اس قدر چھوٹی تھی کہ ان کے دونوں ہاتھ باہر تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انہیں آتا دیکھ کر میں نیچے بیٹھ گئی، جب وہ گزر گئے تو پھر کھڑی ہوئی اور چلتی ہوئی ایک باغ میں پہونچی جہاں کچھ صحابہ کرامؓ موجود تھے، حضرت عمرؓ بھی وہیں تشریف رکھتے تھے، مجھ پر نظر پڑی تو بولے: آپ یہاں کیوں آئی ہیں؟ آپ بہت بے باک اور نڈر ہیں، اگر کچھ ہوگیا تو؟ انہوں نے مجھے اتنی لعنت وملامت کی کہ مجھے یہ تمنا ہونے لگی اے کاش! زمین پھٹ جاتی اور میں اس میں سما جاتی، وہیں ایک شخص زرہ پہنے بیٹھا تھا، اس نے سر سے خود اٹھائی تو معلوم ہوا کہ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ ہیں، انہوں نے حضرت عمرؓ کی زبان سے جو یہ سخت باتیں سنیں تو کہنے لگے، اے عمر! بس کرو بہت لعن وطعن کر چکے، اللہ ہی بہتر حفاظت کرنے والا ہے ؏

دشمن اگر قوی است نگہباں قوی تر است

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جنگ کے دوران قریش کے ایک آدمی ابن العرقہ نے تاک کر حضرت سعدؓ کے کھلے ہوئے ہاتھ پر تیر مارا جس سے اکحل کی رگ کٹ گئی، حضرت سعدؓ نے اس موقع پر دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک میں بنو قریظہ کا انجام خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں، یہ قبیلہ جاہلیت میں ان کا حلیف اور حمایتی تھا اور جنگ خندق میں مسلمانوں کے ساتھ اس نے بڑی غداری کی تھی، چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی اور زخم اچھا ہونے لگا، ادھر اللہ تعالیٰ نے تیز وتند یخ بستہ آندھیوں کے ذریعہ مشرکین کے لشکر کو درہم برہم کردیا اور ان کی متحدہ افواج جو بڑے دنوں کی محنت کے نتیجہ میں تیار ہوئی تھی، بکھر کر اپنے اپنے گھر کو چلی، دوسری طرف بنو قریظہ نے بھی پیچھے ہٹ کر اپنے پر شکوہ اور ناقابل تسخیر قلعوں میں پناہ لی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہر میں واپس آگئے اور مسجد کے صحن میں حضرت سعدؓ کے علاج معالجہ کے لیے ایک خیمہ نصب کرایا اور ان کی تیمارداری شروع کردی، مدینہ پہونچے ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ حضرت جبرئیلؑ آپہونچے اور عرض کیا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار کھول دیے، بخدا ملائکہ نے اب تک ہتھیار نہیں رکھے ہیں، فوراً بنو قریظہ کی طرف چل کر انکی خبر لیجیے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً زرہ پہنی اور لوگوں کو کوچ کا حکم دیدیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر بنو تمیم پر ہوا جو مسجد کے پڑوس میں رہا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کچھ معلوم ہے تمہارے قریب سے ابھی کون گزرا تھا؟ انہوں نے جواب دیا، ہاں حضرت دحیہ کلبیؓ گزرے تھے، حضرت جبرئیلؑ عموماً حضرت دحیہ کلبیؓ کے حلیہ میں آیا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً ایک مہینہ تک بنو قریظہ کا محاصرہ کیا، جب محاصرہ سخت ہوا اور ان سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو تسلیم کرکے قلعہ سے باہر آنے کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے ابولبابہ بن عبدالمنذرؓ سے مشورہ چاہا، ابولبابہ نے اشارہ سے بتادیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تمہارے حق میں قتل ہی ہوگا، چنانچہ انہوں نے درخواست پیش کی کہ حضرت سعد بن معاذؓ جو فیصلہ کریں، ہمیں منظور ہے، انہیں حکم بنادیا جائے، اس لیے کہ حضرت سعدؓ اور ان کا قبیلہ اوس جیسا کہ پہلے تذکرہ ہوا بنو قریظہ کا حلیف اور ہم عہد تھا، عرب میں یہ تعلق ہم نسبی سے بڑھ کر تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور کرلی اور حضرت سعدؓ کو بلا بھیجا، انہیں ایک گدھے پر جس پر کھجور کی چھال کا پالان تھا، سوار کرکے اس شان سے لایا گیا کہ ان کی قوم کے لوگ انہیں گھیرے ہوئے تھے، ان لوگوں نے حضرت سعدؓ کو آتے ہوئے دیکھا تو بڑی عاجزی سے کہا، ہم آپ کے حلیف اتحادی اور بھائی بند ہیں اور آپ

دیکھ ہی رہے ہیں کہ ہم اس وقت بالکل مقہور ومغلوب ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سعدؓ ذرا بھی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئے اور یوں ہی بے پرواہی کے ساتھ آگے بڑھتے رہے حتیٰ کہ جب ان کے گھروں کے قریب پہونچ گئے تو اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: اب وقت آگیا ہے کہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کو خاطر میں لائے بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق فیصلہ کروں۔

ایک روایت میں حضرت ابوسعیدؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ جب حضرت سعدؓ گدھے پر سوار محاذ پر پہونچے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر صحابہؓ سے فرمایا: کھڑے ہو اور اپنے سردار کو نیچے اتار دو، حضرت عمرؓ نے عرض کیا، ہمارا سردار اور آقا تو صرف اللہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں نیچے اتار دو پھر حضرت سعدؓ نے ان کا فیصلہ معلوم کیا، انہوں نے فیصلہ کیا کہ لڑنے والے قتل کیے جائیں، عورتیں اور بچے قید ہوں اور مال واسباب غنیمت قرار دیا جائے، یہ فیصلہ سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے بالکل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے، اس کے بعد حضرت سعدؓ نے دعا کی کہ اے میرے اللہ! اگر ابھی قریش کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے اور ہونے ہوں تو مجھے ان کا جواب دینے کے لیے زندہ رکھ اور اگر اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کا یہ جنگی سلسلہ ختم ہو چکا ہو تو مجھے اپنے پاس بلالے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس فیصلہ کے بعد ان کے زخم جو کہ تقریباً مندمل ہو چکے تھے، کھل گئے، انہیں ان کے خیمے میں لایا گیا جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مسجد کے صحن میں کھڑا کروایا تھا اور وہیں ان کی وفات ہوئی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ان کے آخری دیدار کو پہونچے تو بے اختیار رو پڑے حتیٰ کہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں اپنے کمرہ میں تھی اور تینوں کے رونے کی آوازوں کو الگ الگ پہچان سکتی تھی، وہ لوگ ارشاد باری تعالیٰ "رحماء بینھم" کی سچی تصویر تھے ؏

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

دروس وفوائد

☆ام المومنین حضرت عائشہؓ بڑی باحیا اور باپردہ خاتون تھیں کہ مرد کی آہٹ سن کر فوراً چھپ گئیں، مبادا ان پر نظر پڑ جائے۔

☆جنگوں اور مہموں میں رجزیہ اشعار مہمیز کا کام دیتے ہیں۔

☆شہادت کی تمنا جائز ہے جب کہ یوں ہی مصائب سے گھبرا کر مرنے کی تمنا کرنا ممنوع اور ناجائز ہے۔

☆حضرت جبرئیل علیہ السلام کا حضرت دحیہ کلبیؓ کی شکل میں آنا ان کی فضیلت کی دلیل ہے۔

☆دشمن کا محاصرہ جائز ہے۔

☆مسلمانوں کے راز کو ظاہر کرنا خیانت ہے، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابولبابہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ بڑے پشیماں ہوئے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ستون سے اپنے آپ کو اس وقت تک باندھے رکھا جب تک کہ اللہ نے ان کی توبہ قبول نہیں فرمالی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆فریقین کی باہمی رضامندی سے جسے ثالث اور حکم بنایا گیا ہو، اس کا فیصلہ ہر حال میں قبول کرنا ہوگا۔

☆کوئی بلند مرتبہ شخص اپنے سے کم درجہ کے آدمی کو حکم بنا سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

خوش خبری

بین الاقوامی معلومات (جنرل نالج)

از مولانا سید عنایت اللہ ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء)

کا جدید ایڈیشن تازہ جانکاریوں کے ساتھ شائع ہوکر منظر عام پر آچکا ہے، جس میں موجودہ عالمی حالات پر تبصرہ کے ساتھ جغرافیہ، مذاہب، قدیم تہذیبوں، تمدنوں، سلطنتوں، زبانوں، ملکوں، سیاسی ومعاشی نظاموں، ایجادات وانکشافات کے متعلق بیش بہا معلومات درج ہیں۔

صفحات: ۵۹۲
قیمت: ۲۵۰

شائع کردہ: ادارہ نشریات علم ودین، لکھنؤ
موبائل نمبر: 9506480396,8090295084

شمع ہدایت

ایک عیسائی مبلغ کا قبول اسلام

مسعود حسن حسنی ندوی

سابقہ مذہب: عیسائیت — موجودہ مذہب: اسلام
سابقہ عہدہ: پادری — موجودہ کام: دعوت اسلام
سابقہ نام: الگزینڈر — موجودہ نام: اسماعیل متین

دس سال تک پادری رہے، صرف چار مہینے اسلام کے مطالعہ سے کلیسا کی تعلیمات کی حقیقت سے آگاہی ہوئی، لمبے عرصے تک وابستہ رہنے سے جو کچھ میں نے سیکھا تھا تو صرف چار مہینے میں اس کی خرابیوں سے میں باخبر ہوگیا۔

اسلام قبول کرنے کا قصہ

اسماعیل ایک عیسائی مبلغ تھے، اور وہ مذہبی کتابوں کی تعلیم دیتے تھے، اور تقریباً دس سال سے وہ پادری کی خدمت انجام دیتے رہے، نصرانیت کے عقائد کے بارے میں ان کے ذہن میں کچھ شبہات تھے، جو ان کتابوں کے پڑھاتے وقت ان کے ذہن کو پریشان کرتے رہتے تھے، آخر کار اسلام لانے سے ان کو سکون حاصل ہوا۔

میرا ان سے پہلا سوال یہ تھا کہ اسلام کی ابتدائی معلومات آپ کو کیسے حاصل ہوئیں، وہ کہتے ہیں کہ جس وقت میں ایک ملازمت کے تعلق سے سعودی عرب آیا تو میں نے حقیقت کی جستجو شروع کردی کہ نصرانیت کی متضاد باتوں کا حقیقت سے کوئی تعلق ہے یا یہ صرف وہم ہے، میں اسی جستجو میں تھا کہ مجھے ایک فلپائنی داعی کے محاضرہ میں شرکت کا موقع ملا، میں پورے انہماک سے اس داعی کے محاضرہ کو سنتا رہا، اس داعی کے محاضرہ دینے میں دلچسپی اور اہتمام کی ہی وجہ سے اس کے محاضرہ میں شرکت اب میرا معمول بن گیا تھا کیونکہ وہ میرے سوالوں کا بہت تفصیل سے جواب دیتا تھا، وہ جانتا تھا کہ میں عیسائی ہوں۔

اس کے محاضرات میں شرکت کو ابھی محض چھ مہینہ کا ہی عرصہ ہوا تھا کہ مجھے اپنے تمام اعتقادات باطل نظر آئے، میں نے سمجھ لیا کہ نصاریٰ کی کتابوں میں مجھے جو تضاد محسوس ہوتا تھا، وہ حقیقت تھا۔

یہاں سے میرا اسلام کے مطالعہ کا سفر شروع ہوا جو ۱۹۸۹ء میں مکمل ہوا، الحمدللہ میں نے اسلام قبول کر لیا، اور کلیسا کو خیرباد کہا، اور اپنا نام سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے نام پر اسماعیل رکھا کیونکہ وہ نبی تھے اور یہ نام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا تھا جن کی پیدائش حضرت ہاجرہ سے ہوئی تھی۔

سوال: اپنے قبول اسلام کے کیفیت سے آگاہ کریں؟

جواب: فلپائنی داعی اسلام سے متعلق جو محاضرات دیتے تھے، ان کی خواہش یہ رہتی تھی کہ میں ان محاضرات میں ضرور حاضر رہوں اور میں ان محاضرات میں حاضر بھی رہتا تھا، اور چار مہینہ تک مسلسل ان دروس میں حاضر رہنے کے بعد میں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا، لیکن فوراً ہی بعد اسلام قبول کرنے پر تیار نہ ہوسکا، وجہ اس کی یہ تھی میں مسلسل دس سال تک نصرانی عقیدہ کے اصول کا مدرس ہونے کے ساتھ پادری بھی تھا، اس لیے اس تجویز پر فوراً ہی عمل کرنا دشوار تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان چار مہینوں کے درمیان اسلام اور مسیحیت کے درمیان جو اختلافات تھے، ان کے بارے میں مجھے واقفیت حاصل ہوگئی، بعض اختلافات کو میں ذکر بھی کروں گا۔

محاضرات میں شرکت سے جو اختلافات سامنے آئے، وہ کچھ اس طرح تھے:

۱-نصاریٰ کا ایمان ثالوث مقدس پر تھا، وہ مانتے تھے کہ باپ "الٰہ" ہے، بیٹا "الٰہ" ہے اور روح القدس "الٰہ" ہیں، اور پھر ان کا کہنا یہ بھی تھا کہ تین معبود نہیں ہیں بلکہ معبود صرف ایک ہے، اور ان محاضرات سے مجھے معلوم ہوا کہ ہم مسلمان تثلیث کے عقیدہ پر ایمان نہیں رکھتے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ". [سورۂ نساء/۱۷۱] اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ" [illegible] بنیاد پر ہم مسلمان ہیں کہ ایک معبود پر ہمارا ایمان ہے، اور وہ اللہ رب العزت ہیں، اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، سورۃ الاخلاص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ".

نصاریٰ کا اس بات پر ایمان ہے کہ عیسیٰؑ معبود ہیں، جب کہ ان کی کتاب مقدس میں کہیں بھی یہ بات وارد نہیں ہوئی ہے کہ عیسیٰؑ نے یہ کہا ہے کہ وہ معبود ہیں یا یہ کہا ہو کہ میری عبادت کرو، یا یہ کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے برابر ہوں کسی بھی وقت۔

ہم مسلمان مسیحؑ کی الوہیت پر ایمان نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ".

[المائدہ/۷۲] اور ارشاد ہے: "اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ" [آل عمران/۵۹]، اسی بنیاد پر ہم مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ صرف ایک رسول ہیں جس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام وحضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف رسول ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یَا اَھْلَ الْکِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ. [نساء/۱۷۱] اور ارشاد ربانی ہے: "مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ". [المائدہ/۷۵]

سوال: آپ کے اسلام قبول کرنے کا علم ہو جانے کے بعد آپ کے خاندان کا کیا موقف رہا؟

جواب: جہاں تک میرے خاندان کا معاملہ ہے تو جس وقت میں نے ان کو اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں بتایا تو ان کی جانب سے مجھے کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا، فلپائن میں اپنے گھر جانے کے بعد سب سے پہلے میں نے اپنے تین بچوں کے ساتھ نماز پڑھی، اپنے ملک میں یہ میری پہلی نماز باجماعت نماز تھی، اس کے ایک ہی ہفتہ کے بعد میری بیوی نے بھی ۱۹۹۰ء میں الحمد للہ اسلام قبول کرلیا، سعودی عرب میری واپسی سے پہلے ہی میرے افراد خاندان اسلام قبول کر چکے تھے۔

جہاں تک میرے دوستوں کا تعلق ہے تو انہوں نے سابقہ مذہب سے میری تبدیلی اور اسلام قبول کرنے کا سبب جاننا چاہا، میرا ان کو جواب تھا کہ میں نے اسلام ہی میں حقیقی چھٹکارا پایا ہے۔

دوسری مرتبہ جب میں اپنے ملک آیا تو میری ایک بہن اسلام لائیں اور پھر تیسری مرتبہ آنے پر میری بیوی کی بعض بہنیں اور ان کے بیٹے اسلام لائے، اسی طرح میرے ایک دوست کے بیٹوں اور بیٹیوں نے اسلام قبول کرلیا۔

میں نے اپنے لیے اسلام کو بحیثیت دین کے صرف اس لیے منتخب کیا کہ اسلام ہی میں حقیقی چھٹکارا ہے، اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب میں رہ کر نجات ممکن نہیں، تنہا اسلام ہی کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کے لیے منتخب فرمایا ہے، ارشاد ربانی ہے:

"اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ" [آل عمران] (بیشک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے)، ارشاد خداوندی ہے: "وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ" [آل عمران/۸۹۵] (جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا، ہرگز وہ قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا)

اور رب العالمین کا یہ بھی ارشاد ہے: "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" [المائدہ/۳۰] (آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی، اور بحیثیت دین کے تمہارے لیے اسلام کو پسند کیا)۔

یہی چیز اسلام قبول کرنے کا حقیقی سبب تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کے لیے اسی دین کا انتخاب فرمایا، اور حقیقی نجات صرف اسلام سے وابستہ رہ کر ہی ممکن ہے، اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب میں رہ کر نجات ممکن نہیں۔

سوال: اسلام قبول کرنے سے قبل اسلام کے بارے میں آپ کا کیا موقف تھا؟

جواب: اخباروں اور ٹیلی ویژن کی خبروں کے مطابق میں مسلمانوں کو دہشت گرد اور قاتل ہی سمجھتا تھا، اخبارات پڑھنے اور ٹیلی ویژن دیکھنے کے نتیجہ میں میرے اندر اسلام اور مسلمانوں کی خراب شکل ہی ابھرتی تھی، لیکن سعودی عرب آنے کے بعد چار مہینے تک جب میں نے اسلام کا مطالعہ شروع کیا اور اسلام کے حقیقی معنی پر غور کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مدت میں اسلام کے سلسلہ میں میرا نظریہ ہی بدل گیا اور اسلام میرے نزدیک سب سے افضل قرار پایا۔

سوال: حج اور عمرہ کے ارکان کی ادائیگی، کعبہ مشرفہ کا نظارہ اور طواف کرتے وقت آپ کے احساسات کیا تھے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں حج وعمرہ کے ارکان کی ادائیگی پر قادر ہوسکا، میرے اندر عجیب احساسات تھے کیونکہ ان شعائر کو ادا کرتے ہوئے میں نے قریب سے مساوات اور اسلام میں برابری کو محسوس کیا، میں نے دیکھا باعزت اور حقیر میں، شریف اور گھٹیا میں کوئی فرق نہیں ہے، یہاں سب برابر ہیں، سب سفید چادروں ازار اور رداء میں ملبوس ہیں، حج وعمرہ کرتے وقت میرے جو احساسات تھے، میں ان کو بیان ہی نہیں کرسکتا ہوں، جس وقت میں نے اپنی آنکھوں سے کعبہ کا مشاہدہ کیا، وہ کعبہ جس کو اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بنایا تھا، میں بہت خوش تھا کہ میں نے اسلام کے ایک رکن حج کی ادائیگی کرلی ہے۔

☆☆☆☆☆

ایک مطالعہ

آخری قسط

مولانا آزادؒ اور ان کی تفسیر "ترجمان القرآن"

خالد فیصل ندوی

قرآنی معارف ومباحث

زبان وبیان کی خوبیوں کے علاوہ تفسیر ترجمان القرآن دینی، علمی اور تاریخی معارف ومباحث کا بہترین خزانہ ہے، سورہ فاتحہ، سورہ توبہ، سورہ یوسف، سورۂ بنی اسرائیل، سورہ کہف اور سورہ مومنون میں قرآنی معارف اور تاریخی معلومات کو جس تحقیقی انداز میں مولانا آزادؒ نے بیان کیا ہے، اسے مولانا کے قلم کا کرشمہ ہی کہا جاسکتا ہے۔

سورۂ فاتحہ کی تفسیر بہت تفصیلی ہے، مولانا آزادؒ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اللہ تعالیٰ کی صفات ربوبیت، رحمت اور عدالت اور دیگر مضامین قرآن پر سب حاصل بحث کی ہے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین نے بالکل بجا کہا ہے کہ مولانا آزادؒ نے سورۂ فاتحہ کو قرآن کی تعلیمات کا نچوڑ سمجھ کر اس کی تفسیر نہایت شرح وبسط سے کی ہے۔ [پیش لفظ: ۱/۳] یقیناً مولانا آزادؒ نے سورہ فاتحہ کی تفسیر مقدمہ قرآن کی حیثیت سے نہایت ہی جامع انداز میں کی ہے اور ہر عنوان پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے چنانچہ سورہ فاتحہ کی تفسیر (۵۵۴) صفحات پر مشتمل ہے، اس میں حقیقت توحید، وحدت دین، خدا کی ربوبیت، رحمت وعدالت کا بہترین تصور، مختلف ادیان کے اعتقادات اور خدا کی ذات کے سلسلہ میں عقل کی درماندگی کو جدید تحقیقات کی مدد سے جامع انداز میں بیان کیا ہے بلاشبہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر مولانا آزادؒ کی ذہنی وفکری بلندی، علم ونظر کی وسعت کی اور فہم وتدبر کی توفیق کا نمونہ ہے۔ سید الطائفہ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اس تفسیر پر تحسین وآفریں کے کلمات کہے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: اس میں سورہ فاتحہ کے ایک ایک لفظ کی ایسی دلنشیں تشریح اور بصیرت افروز تفسیر ہے کہ اس سے سورہ کے ام الکتاب ہونے کا مسئلہ مشاہدہ معلوم ہونے لگتا ہے اور اسلام کے تمام مہمات اور اصول دین پر ایک تبصرہ ہو جاتا ہے، خصوصاً قرآن پاک کے طرز استدلال، خالق کائنات کی ربوبیت ورحمت کے آثار ودلائل اتنی تفصیل سے لکھے ہیں کہ مصنف کی وسعت علم ونظر کی داد بے اختیار دینی پڑتی ہے۔ اور مولانا عبداللہ عباس ندویؒ نے مولانا کی تفسیر فاتحہ کی بے مثال تفسیر قرار دے کر بہترین خراج تحسین پیش کیا ہے کہ: سورہ فاتحہ کی تفسیر مولانا کی ذہانت وذکاوت، قوت حافظہ اور وسعت مطالعہ کا آئینہ ہے، سورہ فاتحہ کی تفسیر اپنی مثال نہیں رکھتی ہے، قرآن کریم کے معانی، دعوت اور طریق ہدایت کو سمجھنے کے لیے یہ کلید کا کام دے سکتی ہے، خاص طور پر ربوبیت کی جو تشریح مولانا آزادؒ نے قدیم وجدید ماخذ سے استفادہ کرکے اور اس میں اپنی جودت طبع کا اضافہ کرکے جس دل نشین انداز میں اور جن تشبیہات کے ساتھ قاری کے ذہن نشیں کرایا ہے وہ مولانا ہی کا حصہ تھا، اسی طرح رحمت وعدالت میں جو نئے عناوین مولانا کو ہاتھ آئے ہیں اور جس طرح حقائق کی گرہ کشائی کی ہے، اس میں مولانا منفرد ہیں۔ [نگارشات/۵۷]

مولانا آزاد نے تفسیر فاتحہ میں تصور الٰہی کی بحث میں مذاہب عالم کے اعتقادی تصورات کا خوب عمدہ جائزہ پیش کیا ہے، اس سلسلہ میں ڈاکٹر عبداللہ عباس ندویؒ نے جامع انداز میں اظہار خیال فرمایا ہے کہ: سورفاتحہ میں سب سے پہلے تصور الٰہ کے متعلق مولانا نے فلسفہ یونان اور علمائے مغرب کا بڑی جامعیت کے ساتھ احاطہ کیا ہے، اور جدید مطالعہ سے مولانا نے کافی اضافے کیے ہیں۔ [نگارشات/۵۸]

اسی طرح مولانا آزادؒ نے سورہ توبہ کی تفسیر میں اسلام کے اقتصادی نظام پر بہت ہی جامع گفتگو کی ہے، مزید برآں یہ کہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے تین صحابہ کرام حضرت کعبؓ، حضرت مرارہؓ، اور حضرت ہلالؓ کے واقعہ ابتلاء وآزمائش کو اپنے معجزانہ اسلوب وانداز میں بیان کیا ہے، مولانا کے اسلوب کی ندرت اور بیان کی جدت اور تصویر کشی کی انفرادیت پر مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے بڑا خراج تحسین پیش کیا ہے، حضرت مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ: سورۂ برأت کی تفسیر کے سلسلے میں انہوں نے غزوۂ تبوک سے بچھڑنے والے تین صحابیوں کی داستان ان کے ایک رفیق کعب بن مالکؓ کی زبان سے جس طرح سنائی ہے اس میں ترجمہ وروایت کی پوری احتیاط ودیانت کے ساتھ اپنے جادو نگار قلم سے جس طرح جان ڈال دی ہے، ان کی ذہنی کشمکش، نازک امتحان، اسلام سے سچی وفاداری اور عشق رسول کی جس طرح تصویر کھینچی ہے، ان کے دل کی دھڑکنوں کو جس طرح الفاظ میں منتقل کیا ہے، جس برجستگی وبے ساختگی کے ساتھ اردو اور فارسی کے آبدار شعروں کو جابجا نگینہ کی طرح جڑا ہے، اس نے مضمون کو صرف اردو ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے کلاسیکی ادب میں شامل ہونے کا مستحق بنا دیا ہے۔ [پرانے چراغ: ۲/۴۸، ۴۹]

اور سورۂ یوسف کی تفسیر میں مولانا آزادؒ نے انسانی سیرت و کردار کو اپنے خاص انداز و بیان میں خوب نمایاں کیا ہے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے ان کی اس ادبیت و انشا پردازی کی بڑی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز فرمایا ہے کہ: ان کے سحر طراز قلم نے حضرت یوسفؑ و یعقوبؑ کی سیرت و کردار، جذبات و تاثرات، ان کے درد و غم، ان کے ثبات و استقامت کی تصویر کھینچنے میں کمال دکھایا ہے، یہ ایک تفسیری مضمون ہے، جس میں قرآن مجید کے تعلق کی وجہ سے قدم قدم پر ہوشیار و نگاہ روبرو کی صدا کانوں میں آتی ہے، لیکن پیدائشی ادیب اور غیر معمولی ذہین انسان اپنے ادبی جوہر دکھانے اور نئے نئے گل کھلانے سے باز نہیں رہ سکتا، پھر جب حضرت یوسفؑ جیسے جمیل و جلیل انسان کا تذکرہ ہو، مولانا نے اس داستان میں بھی نیز اپنے تفسیری نوٹس میں بھی نفسیات انسانی، اخلاق اور علم الاجتماع کے بہت سے ایسے نکتے بیان کردیے ہیں جو تفسیر کے طالب علموں ہی کے لیے نہیں، ادب واخلاق کے طالب علموں کے لیے بھی قابل مطالعہ اور لائق استفادہ ہیں۔

[پرانے چراغ: ۲/ ۴۹]

اسی طرح مولانا آزادؒ کی قرآنی بصیرت کا اندازہ ان کے بے نظیر فکر و خیال سے بھی ہوتا ہے، جس میں مولاناؒ منفرد ہیں، چنانچہ مولانا نے سورہ بنی اسرائیل میں مقام محمود کی تاویل میں تمام مفسرین میں ممتاز اور فائق ہیں، مقام محمود کی تاویل، شفاعت کبریٰ کی حدیث شریف سے کی جاتی رہی ہے، جس سے اس مرتبہ کا تعلق صرف آخرت کے ساتھ مخصوص ہو جاتا ہے لیکن مولاناؒ پہلے مفسر ہیں، جنہوں نے مقام محمود کا تعلق دنیا و آخرت دونوں سے ثابت کیا ہے اور آپ کو دونوں جگہ عظیم تعریف وثنا، اور بلند مقام و مرتبہ کا مالک قرار دیا ہے۔

اور مولانا آزادؒ نے سورۂ کہف میں ذوالقرنین کی شخصیت کی تعیین کے سلسلہ میں جو تحقیقی کاوش پیش کی ہے، وہ مولانا آزادؒ کا عظیم کارنامہ ہے، مولانا آزادؒ نے تمام تاریخی قوانین و شواہد کو جمع کر یہ تحقیق پیش کی ہے، کہ ذوالقرنین ہی "سائرس" ہے، یاجوج ماجوج سے مراد منگولین قوم اور اس کے تمام صحرانورد اور وحشی شاخیں ہیں، اور "سد" سے مراد درۂ داریال سد ہی ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے، مفکر اسلام حضرت مولاناؒ نے ان کی اس قابل قدر تحقیق کا بڑا اعتراف کیا ہے اور اپنے تاثرات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ: پھر سورۂ کہف میں ذوالقرنین کی شخصیت، اس کی تاریخی حیثیت اور اس کے زمانہ کے تعین اور مصداق کے سلسلہ میں انہوں نے جو داد تحقیق دی ہے، اور جو قیمتی معلومات اور دستاویزی ثبوت فراہم کردیے ہیں، ان میں ابھی تک میری معلومات میں کوئی بڑا اضافہ نہیں ہوا ہے۔[پرانے چراغ: ۲/ ۴۹] مولانا آزادؒ کی اس تاریخی تحقیق کو اہل علم کے درمیان بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، بعد میں آنے والے مفسرین بالخصوص مولانا مودودیؒ، مولانا امین احسن اصلاحیؒ اور مفتی محمد شفیعؒ نے اپنی تفسیروں میں اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے اپنی کتاب "قصص القرآن" میں اس تحقیق کو قبول کرکے جگہ دی ہیں۔

مولانا آزادؒ نے اپنی تفسیر میں وقت کی جدید سائنسی معلومات و تحقیقات سے بھی ضرورت کے مطابق استفادہ کیا ہے، چنانچہ انہوں نے سورۂ مومنون میں انسانی پیدائش کے مختلف مراحل کے سلسلہ میں اکیس صفحات پر مشتمل طویل تشریح کے دوران سائنس و قرآن کو خوشنما ہم آہنگی بخشی ہے، اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ سائنسی مشاہدات کا صحیح ہونا قرآن کی حقانیت کی نہیں بلکہ سائنس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے، یہی وجہ ہے کہ مولانا آزادؒ سائنسی تحقیقات سے قرآنی تفسیر میں مدد لینے کو ایک حد تک ہی جائز خیال کرتے ہیں، اس سلسلہ میں ان کا موقف کس قدر قابل قدر ہے، وہ اپنا واضح موقف یوں تحریر فرماتے ہیں کہ: یہ نظریے کتنے ہی مستند تسلیم کرلیے گئے ہیں لیکن پھر یہ بھی نظریے ہیں اور نظریات جزم و یقین کے ساتھ حقیقت کا فیصلہ نہیں کرسکتے، پھر اس سے کیا فائدہ کہ ان کی روشنی میں قرآن کے مجمل اور محتمل اشارات کی تفسیر کی جائے۔

[ترجمان القرآن: ۳/ ۵۲۸]

ان ممتاز مباحث اور معلومات کے علاوہ ترجمان القرآن کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ مولانا آزادؒ نے اس تفسیر میں فقہی مسالک کے مابین اختلافات کا تذکرہ نہیں کیا ہے، فقہی احکام سے متعلق آیات اگر قطعی حکم رکھتی ہیں تو ان کی زیادہ تشریح نہیں کرتے ہیں، بلکہ اپنے وضاحتی ترجمے پر اکتفا کرتے ہیں اور قرآن کی عالمگیر تعلیم و ہدایت کو پیش نظر رکھتے ہیں کہ مگر جب کہیں آیات سے پیچیدہ احکام نکلتے ہیں تو اپنے نوٹس میں ان کی مختصر و سلیس تشریح و توضیح کرتے ہیں چنانچہ سورہ نساء میں کلالہ کے عنوان پر اچھی بحث کی ہے۔

ترجمان، گنجینۂ علم و عرفان

حقیقت یہ ہے کہ ترجمان القرآن گنجینہ معارف و مباحث ہے اور مجموعہ لطائف و معلومات ہے نیز اس کی عام و فہم زبان، خاص طرز نگارش اور دینی، علمی اور تاریخی تحقیقات کی وجہ سے یہ تفسیر عوام و خواص میں بڑی مقبول و معروف ہے، عوام کو اس کے وضاحتی

ترجمے سے بڑا فائدہ ہوا اور خواص نے اس میں پیش کردہ تحقیقات سے خوب استفادہ کیا چنانچہ بعد کے مفسرین نے ان مباحث و تحقیقات کو اپنی تفسیروں میں جگہ دی اور تفسیر کے طلبہ و اساتذہ نے بھی ان تحقیقی نوٹس سے خوب کسب فیض کیا، حضرت مولاناؒ نے ان مباحث و تحقیقات پر مشتمل ترجمان القرآن سے فائدہ اٹھانے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ: ۳۲-۱۹۳۳ء میں ان کی تفسیر و ترجمہ ترجمان القرآن کی پہلی پھر دوسری جلد چھپ کر نکلی، اس زمانہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تدریس کے فرائض انجام دیتا تھا اور تفسیر میرا خاص مضمون تھا، میں نے یہ جلد بڑے ذوق سے پڑھی اور اس سے بڑا فائدہ اٹھایا۔

[پرانے چراغ: ۲/ ۴۸]

اور حضرت مولاناؒ نے ترجمان القرآن کے امتیازات و تحقیقات بیان کرنے کے بعد مزید تحریر فرمایا کہ: میں نے ان سب چیزوں (سورہ توبہ، سورہ یوسف اور سوہ کہف میں پیش کردہ معلومات) کو بار بار پڑھا اور ان سے پورا فائدہ اٹھایا۔[ایضا: ۲/ ۵۰]

ترجمان کی وقت ضرورت

بلاشبہ قرآن مجید تمام انسانوں کے سرچشمہ ہدایت و سعادت ہے اور مولانا آزادؒ کی تفسیر ترجمان القرآن قرآن مجید اور اس کی ہمہ گیر دعوت کی بہترین ترجمانی ہے اور موجودہ حالات میں ہم مسلمانوں کی سعادت دارین کے لیے یہ تفسیر نسخہ کیمیا ہے، اس دور کے سب سے بڑے اسلامی محقق علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اس کی اہمیت و افادیت کے سلسلہ میں یوں رطب اللسان ہیں کہ:

مصنف ترجمان القرآن کی یہ دیدہ وری داد کے قابل ہے کہ انہوں نے وقت کی روح کو پہچانا اور اس فتنۂ فرنگ کے عہد میں اس طرز روش کی پیروی کی، جس کو ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ نے فتنۂ تاتار میں پسند کیا تھا، اور جس طرح انہوں نے اس عہد کے مسلمانوں کی تباہی کا راز فلسفہ یونان کی دماغی پیروی کو قرار دیا تھا، اسی طرح اس عہد کے مسلمانوں کی بربادی کا سبب ترجمان القرآن کے مصنف نے فلسفہ یونان و فرنگ کی ذہنی غلامی کو قرار دیا اور نسخہ علاج وہی تجویز کیا کہ کلام الٰہی کو رسولؐ کی زبان و اصطلاح اور فطرت کی عقل اور فلسفے سے سمجھنا چاہیے [ترجمان القرآن، مقالہ/ ۸۳]

یقیناً اس تفسیر کا وضاحتی ترجمہ اور ایمانی جوش و حمیت پیدا کرنے والے تفسیری نوٹس اس بات کے شدید متقاضی ہیں، کہ ترجمان القرآن کو خوب پڑھا جائے، اور زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جائے، اور اس کی خوب اشاعت کی جائے، علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ: ترجمان القرآن وقت کی ایک اہم چیز ہے، ضرورت ہے کہ اس کو گھر گھر پھیلایا جائے، اور نوجوانوں کو اس کے مطالعے کی ترغیب دی جائے اور ہر اسلامی دارالمطالعہ میں اس کا ایک نسخہ منگوا کر رکھا جائے۔

[ترجمان القرآن، مقالہ/ ۸۵]

وماتوفیقی الا باللّٰہ العلی القدیر.

☆☆☆☆☆

دعائے مغفرت

☆تعمیر حیات کے قدرداں اور دیرینہ قاری حاجی عبدالرؤف خاں کا مورخہ ۱۲ر ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۹ر ستمبر ۲۰۱۳ء بروز جمعرات سہ پہر طویل علالت کے بعد ۷۲ سال کی عمر میں بعد نماز عصر انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم معروف صرافہ تاجر تھے، ان کی شہر لکھنؤ میں گھنٹہ پلیس کی قدیم دکان ہے، حاجی صاحب کا تعلق ندوۃ العلماء اور اس کے ذمہ داران و کارکنان سے بڑا گہرا تھا، دینی مزاج کے حامل تھے، اور دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، تبلیغی جماعت کے سرگرم رکن تھے اور دعوت و تبلیغ دین کے لیے انہوں نے بیرونی ممالک کے سفر بھی کیے، وہ سنی یوتھ فیڈریشن اور انجمن شمع فاراں کے صدر تھے، انہوں نے اپنے لڑکے محمد خورشید خاں کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم دلائی، نماز جنازہ اسی دن بعد نماز عشاء گھنٹہ گارڈن میں رات ۱۰ بجے استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ مولانا نیاز احمد ندوی نے پڑھائی، اور اعزاء واقرباء، اہل تعلق اور دارالعلوم کے بعض اساتذہ و اسٹاف کی موجودگی میں عیش باغ قبرستان میں عمل میں آئی۔

پسماندگان میں چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں، بڑے صاحبزادے جناب محمد معروف خاں ملی، سماجی اور رفاہی کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں اور ان میں ہر ممکن حصہ لیتے ہیں۔

☆دفتر تعمیر حیات کے سابق کارکن مولانا مجیب اللہ قاسمی کے لڑکے محمد اسلم ہاشمی سابق استاد شاخ دارالعلوم ندوۃ العلماء، باغ شیر جنگ، بٹی اسٹیشن لکھنؤ و حال استاد سنی انٹر کالج لکھنؤ کا مورخہ ۷ر ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۴ر ستمبر ۲۰۱۳ء کو بلوچ پورہ میں انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

☆مجلس صحافت و نشریات، ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کارکن جناب اختر سہیل کے والد محترم کا مختصر علالت کے بعد ۱۷ر ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۴ر ستمبر ۲۰۱۳ء کو سحر نرسنگ ہوم لکھنؤ میں انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ تدفین آبائی وطن ضلع بلرامپور میں اعزہ واقارب کی موجودگی میں عمل میں آئی۔

☆مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی (ریسرچ فیلو اسلامک سینٹر آکسفورڈ یونیورسٹی، لندن) کی والدہ منور جہاں کا ۷۰ سال کی عمر میں گذشتہ ہفتہ انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

☆مولانا محمد عابد سنبھلی قاسمی کا ۲۹ر رمضان ۱۴۳۴ھ جمعرات کی شام ۷ بجے انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ سب کو جنت الفردوس میں جگہ دے، قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ ☆☆

فقہ و فتاویٰ

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: قربانی کن لوگوں پرواجب ہے؟

جواب: قربانی ان تمام مسلمانوں پرواجب ہے جو عاقل بالغ، مقیم اور صاحب نصاب ہوں یعنی جن کے پاس اپنی ضروریات کے علاوہ کوئی بھی سامان یا نقد اتنی مقدار میں موجود ہو جو ساڑھے باون تولہ کی قیمت کو پہنچ جائے۔[الدرالمختار علی ردالمحتار:۶/۳۱۵]

سوال: کیا نابالغ بچوں کی طرف سے بھی قربانی کرنا والدین پرواجب ہے؟

جواب: صدقۂ فطر تو نابالغ بچوں کی طرف سے بھی صاحب نصاب مالدار شخص پرواجب ہے لیکن قربانی بچوں کی طرف سے واجب نہیں ہے البتہ اگر والدین بچوں کی طرف سے بھی قربانی کریں تو یہ بہتر ہے۔[قاضی خاں:۳/۳۴۶]

سوال: کیا قرض لے کر قربانی دی جاسکتی ہے؟

جواب: اگر کسی پر قربانی واجب ہو لیکن قربانی کرنے کے لیے بروقت مال قبضہ میں نہ ہو تو قرض لیا جاسکتا ہے۔[ردالمحتار:۹/۴۵۳]

سوال: قربانی کا وقت کیا ہے؟ اور کب تک قربانی کی جاسکتی ہے؟

جواب: قربانی کا وقت ۱۰ر ذی الحجہ سے ۱۲ر ذی الحجہ تک ہے البتہ شوافع کے یہاں تیرہ (۱۳) ذی الحجہ تک ہے، جن جگہوں پر نماز عید واجب نہیں وہاں صبح صادق سے قربانی کی جاسکتی ہے اور جن جگہوں پر نماز عید واجب ہے وہاں نماز عید کے بعد ہی قربانی ہوگی اس سے پہلے نہیں۔(ہدایہ۴/۴۲۷) البتہ شہر کی جامع مسجد میں اگر نماز ہوگئی ہے تو پورے شہر کی قربانی کے لیے یہ کافی ہے۔

سوال: کچھ لوگ سعودی میں رہتے ہیں اور قربانی ہندوستان میں کرنا چاہتے ہیں جب کہ سعودی میں جب ذی الحجہ کی دس تاریخ ہوتی ہے تو ہندوستان میں نو ذی الحجہ کی تاریخ ہوتی ہے، سوال یہ ہے کہ قربانی کرنے میں قربانی کی جگہ کی تاریخ کا اعتبار ہوگا یا قربانی کرانے والے کی جگہ کی تاریخ کا؟

جواب: قربانی کا جانور جس جگہ ہو اس جگہ کا اعتبار ہوگا، قربانی کرنے والے کی جگہ کا نہیں۔ فقہاء صراحت کرتے ہیں: "المعتبر مكان الأضحية لا مكان من عليه". (الدرالمختار علی ردالمحتار:۵/۲۷۸)

سوال: رات میں قربانی کرنا کیسا ہے؟

جواب: رات میں قربانی کرنا مکروہ ہے، بہتر یہ ہے کہ دن میں قربانی کی جائے، ہاں! اگر روشنی کا اس قدر انتظام ہو کہ اس میں جانور کی ساری رگیں دکھ رہی ہوں اس صورت میں کراہت نہیں ہے۔ [ہدایہ:۴/۴۴۶]

سوال: اگر کسی حاجی کی رقم گم یا چوری ہوگئی اور ساتھ میں کچھ بھی مال نہ ہو تو قربانی کس طرح کرے؟

جواب: اگر روزہ رکھ سکتا ہو تو روزہ رکھ لے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر ۷ر ذی الحجہ سے پہلے یہ واقعہ پیش آیا ہو تو ۷، ۸، ۹ر ذی الحجہ کو روزہ رکھے اور ۱۳ر ذی الحجہ کے بعد بھی بقیہ سات روزے رکھ لے اس طرح یہ دس روزے قربانی کا بدل ہوجائیں گے۔ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ.[البقرة:۱۹۶] اس آیت میں روزہ رکھنے کی پوری وضاحت موجود ہے۔

سوال: میت کو ثواب پہنچانے کے لیے قربانی کرنا بہتر ہے یا مال صدقہ کرنا؟

جواب: قربانی کے دنوں میں میت کے لیے قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے، بہ نسبت مال صدقہ کرنے کے، خلاصۃ الفتاویٰ میں صراحت ہے کہ دس درہم کا جانور خرید کر قربانی کرنا بہتر ہے، اس سے کہ ہزار درہم صدقہ کردیں "شراء الأضحية بعشرة اولىٰ من ان يتصدق بالف".[خلاصۃ الفتاویٰ:۴/۳۲۰]

سوال: میت کی طرف سے اگر قربانی کی جائے تو اس کے گوشت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر میت وصیت کرکے مرا ہو یعنی یہ کہہ کر مرا کہ میرے مال میں سے میرے لیے قربانی کرنا تو ایسے قربانی کے گوشت کو فقراء اور مساکین پر خیرات کردینا لازم ہے خود کھانا یا مالدار کو دینا درست نہیں ہے، ہاں! اگر ان کے مال سے قربانی نہیں کی خواہ وصیت کی ہو یا نہ کی ہو تو اس کے گوشت کا حکم وہی ہے جو اپنے مال سے قربانی کرنے کا ہے۔ یعنی خود بھی کھاسکتے ہیں اور اپنے مالدار دوست احباب وغیرہ کو دے سکتے ہیں۔ [ردالمحتار، کتاب الاضحیۃ:۶/۳۳۶]

سوال: عورت اگر صاحب نصاب ہو اور اس کی طرف سے شوہر قربانی کردے تو قربانی ادا ہوجائے گی یا نہیں؟

جواب: جب عورت صاحب نصاب اور مالدار ہے تو خود اس پر قربانی واجب ہے، وہ اپنے مال سے قربانی کرے یا پھر عورت کی اجازت سے شوہر قربانی کرے تو قربانی ادا ہوجائے گی، لیکن عورت کی اجازت یا اس کو مطلع کئے بغیر اس کا شوہر قربانی کرے گا تو واجب

قربانی ادا نہ ہوگی۔[فتاویٰ ہندیہ:۵/۲۹۳]

سوال: قربانی کیوں کی جاتی ہے اس کا مقصد کیا ہے؟

جواب: قربانی دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار، ان کی پیغمبرانہ اور روحانی زندگی کی خاص خصوصیت اور ملت ابراہیمی کی اصل پہچان ہے یہ محض خون بہانے اور گوشت کھانے کا نام نہیں بلکہ قربانی نام ہے روح اور دل کو خدا کی راہ میں نچھاور کردینے کا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۤؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ [سورۂ حج] یعنی خدا کے پاس قربانیوں کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا، اس کے پاس صرف تمہارا تقویٰ پہونچتا ہے، یہ آیت بتاتی ہے کہ قربانی کا مقصد روح اور دل کو خدا کی راہ میں نچھاور کرنا ہے، اور خدا کے ہر حکم پر اپنے کو مٹا دینا ہے۔

سوال: قربانی کی فضیلت کیا ہے؟

جواب قربانی کی فضیلتیں احادیث نبوی میں بہت زیادہ ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں قربانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس جانور کے ایک ایک بال کے بدلہ قربانی کرنے والے کے ایک ایک گناہ کو معاف کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں، قربانی کا یہ عمل قیامت کے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ سامنے آئے گا یعنی اسکے ہر عضو کا بدلہ ملے گا، سینگ، بال اور کھر کا بھی اور جب تم قربانی کرتے ہو تو جانور کا خون ابھی زمین پر نہیں گرتا اس سے پہلے وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں پہونچ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں تقرب کا ذریعہ بن جاتا ہے، ان حدیثوں کے علاوہ اور بھی حدیثیں کتب احادیث میں موجود ہیں۔[دیکھئے جامع ترمذی:۱/۲۷۵]

سوال: جو لوگ وسعت کے باوجود قربانی نہیں دیتے ہیں ان کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو لوگ قربانی کرنے کی وسعت رکھتے ہیں اس کے باوجود قربانی نہیں کرتے ہیں، ان کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی ناراضگی ظاہر فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا کہ وسعت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے، یہ فرمان نبوی بتاتا ہے کہ ایسا شخص بارگاہ خداوندی میں حاضری کے لائق نہیں ہے۔[مشکوٰۃ، باب فی الاضحیہ:۱/۱۲۷]

سوال: عیدالاضحیٰ کی نماز سے قبل کچھ کھانا پینا کیسا ہے؟

جواب: سنت یہ ہے کہ عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد کھائے اور قربانی کے گوشت سے آغاز ہو تو بہتر ہے، حضرت بریدہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ عیدالفطر کی نماز کے لیے کچھ کھا کر تشریف لے جاتے تھے اور عید الاضحیٰ کے دن نماز پڑھنے تک کچھ نہ کھاتے تھے، [ترمذی، ابن ماجہ] لیکن اگر کوئی عیدالاضحیٰ کی نماز سے قبل کھالے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، فقہاء نے صراحت کی ہے کہ بقرعید کے دن نماز سے قبل کھانے میں کوئی کراہت نہیں ہے لیکن نماز سے قبل نہیں کھانا چاہئے بلکہ مستحب یہ ہے کہ اس روز سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے جو اللہ کی طرف سے ضیافت ہے۔[فتاوی ہندیہ:۲/۷۲]

سوال: عیدالاضحیٰ کی نماز بارش کی وجہ سے نہیں ہوسکی یہاں تک کہ زوال آفتاب ہوگیا تو کیا اس دن قربانی کی جائے گی یا نہیں؟

جواب: شرعی عذر کی وجہ سے اگر نماز نہیں ہوسکی مثلاً بارش ہورہی ہو تو بغیر نماز عید کے بھی قربانی ہوجائے گی، دوسرے دن جو نماز ہوگی وہ قضا ہوگی۔[فتاویٰ ہندیہ:۵/۲۹۰]

سوال: قربانی کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: قربانی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اپنی قربانی کو آدمی خود ذبح کرے، اگر ذبح کرنا نہیں جانتا ہو تو دوسرے کو قائم مقام بنا کر اس سے ذبح کرا سکتا ہے البتہ ذبح کے وقت اس کا حاضر رہنا بہتر ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو ذبح کے وقت حاضر رہنے کی تاکید فرمائی تھی۔[الترغیب والترہیب:۲/۵۵، ۵۴]

قربانی کرتے وقت قربانی کی نیت کرے، جانور ذبح کرنے سے قبل پوری تیاری کرلے، جانور کو قبلہ رخ لٹائے اور "اللّٰهم انی وجهت وجهی الخ پڑھ کر "بسم الله، الله اکبر" کہے اور جانور ذبح کردے، ذبح کے بعد یہ دعاء پڑھے: "اللّٰهم تقبله منی كما تقبلت من حبيك محمد و خليك ابراهيم عليهما السلام" البتہ شوافع کے یہاں بسم اللہ پڑھنے کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔[شرح المہذب:۹/۴۰۹]

سوال: قربانی کے گوشت کے استعمال کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: گوشت کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ اس کے تین حصے کیے جائیں، ایک حصہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے رکھے، دوسرا حصہ اعزہ و اقارب اور دوست احباب کو دے اور تیسرا حصہ فقراء و مساکین میں تقسیم کرے۔[بدائع الصنائع:۵/۸۱]

سوال: قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو بھی دیا جاسکتا ہے، فتاوی ہندیہ میں فقہاء کی صراحت موجود ہے۔[فتاوی ہندیہ:۵/۳۰۰]

☆☆☆☆☆

Res: 2226177
Akbari Gate
2268845

Shop: 9415002532
2613736
3958875

سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

پروپرائٹر: محمد اسلم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18
E-mail: hajisafiullahjeweller@gmail.com

پروپرائٹر: ولی اللہ

ولی اللہ جویلرس

WALIULLAH
Jewellers

ALL KINDS OF GOLD, SILVER
& DIAMOND JEWELLERY

Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

MAQBOOL JEWELLERS

مقبول جویلرس

جوتے والی گلی امین آباد

Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow
Mob.: 9956069081-9919089014
Shop No. S-13 Gole Market, Mahanagar Lucknow
Ph: 0522-4000130 (S) - 4001130

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

Phone: 0522-3056047

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز

اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ

Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties

شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ تشریف لائیں قابل بھروسہ برانڈ

menmark®
Men's Exclusive

MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

Mohd. Zubair
Mohd. Salman

0522-2618629
09415028247
09919091462

Sahara FOOTWEAR
wholesale

35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

NADWATUL-ULAMA
PO. BOX 93, TEGORE MARG,
LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)
Phone : 0522-2741231

ندوۃ العلماء
پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)
فون نمبر : ۲۷۴۱۲۳۱-۰۵۲۲

Date 08/9/2013

تاریخ یکم ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ

اپیل

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں اپنی علمی و دینی خدمت میں مصروف ہے، اور طالبان علوم نبوت جوق در جوق آ کر اس سرچشمۂ علم سے فیضیاب ہو رہے ہیں، طلباء کی کثرت کی وجہ سے دارالعلوم کی مسجد میں مزید نمازیوں کے لیے گنجائش نہیں رہ گئی ہے، بارش یا دھوپ میں طلباء کو بہت تکلیف ہوتی ہے، اس صورت حال کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر مسجد کی مزید توسیع کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

مسجد دارالعلوم ندوۃ العلماء کے وسیع صحن میں چھت ڈال کر اس کے اوپر ایک منزل تعمیر کرنے کا منصوبہ ہے، جس پر مبلغ -/64,35,000 (چونسٹھ لاکھ پینتیس ہزار) روپے خرچ کا تخمینہ ہے، جو انشاء اللہ اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورا ہوگا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس اہم ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے اور ندوۃ العلماء کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں گے اور مسجدوں کی تعمیر میں اللہ نے جو اجر و ثواب رکھا ہے اس کے مستحق بن سکیں گے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"جو کوئی اللہ کے لیے مسجد تعمیر کرائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر تعمیر کرائے گا۔"

(مولانا مفتی) محمد ظہور ندوی
نائب ناظم
ندوۃ العلماء

(مولانا) محمد واضح رشید ندوی
معتمد تعلیم
ندوۃ العلماء

(پروفیسر) اطہر حسین
معتمد مال
ندوۃ العلماء

(مولانا) سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
مہتمم دارالعلوم
ندوۃ العلماء

(مولانا) محمد حمزہ حسنی ندوی
ناظر عام
ندوۃ العلماء

چیک / ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں:
NADWATUL ULAMA
A/C NO. 10863759733
(State Bank of India Main Branch, Lucknow)

اس پتہ پر ارسال کریں:
NAZIM NADWATUL ULAMA,
P.O. BOX NO. 93, TAGORE MARG,
LUCKNOW - 226007 (U.P.)

Phone : (0522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221
E-mail address:nadwa@sancharnet.in/ website : www.nadwatululama.org

Postal Regd. No. LW/NP/63/2012TO2014
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071
Despatch Date, 10-12 / 25-27

Vol. No. 50 Issue No.22

Fortnightly

TAMEER-E-HAYAT

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in

25 September 2013

Booking Open

SAITECH GRACE

An Ideal House You Truly Deserve

2 BHK / 3 BHK & 4BHK
Premium Flats Available
at Affordable Prices

FACILITIES /AMENITIES

24X7 security system, Intercom / EPABX system from Entrance Gate, Power Backup through Generator, Internet connectivity, Pressurized water supply system, High quality single lever bathroom fittings, Open and covered car parking, Children play ground, Jogging / walking track, Gymnasium provision, Automatic high speed lifts, Fire Fighting System, Ample open and covered (stilt and basement) car parking space, Visitor's Parking.

BUILDERS & DEVELOPERS
SAITECH INFRASTRUCTURE PVT. LTD.
MAS COLONISERS (INDIA) PVT. LTD.

Corporate Office
06-F.F., Natraj Complex, 11 B.N. Road, Lalbagh,
Lucknow - 226001
Tele Fax : +91-522-4077160
Mob.: 9838456123, 9450200000,
9450931440, 9415022240
Website : www.saitechbuilders.com
E-mail : saitechinfra@gmail.com
Site Office 485/8, Mohan Meakin Road,Daliganj, Lucknow.

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ

خوشبودار عطریات

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب،
روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

———— : کی ایک قابل اعتماد دوکان : ————

ایک مرتبہ تشریف لا کر خدمت کا موقع دیں

تیار کردہ

IZHARSON PERFUMERS **اظہارسن پرفیومرس**

H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell:91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ
برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

Designed By : Future Graphix, Lko. Mobile : 7860632916

Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085